است۔ وبهر چرب و شیرین و خشک جوین
بار رتا در خور استعداد هر طالبی نصیبش رساند
وبقدر حوصله هر صاحب ذوقی این نعمت چشاند
قبل ازین مرقعی در بیان تطوعات و دعوات
برائے عزات شهرستان شهود دوخته بودم
تا که تن را به لباس التقوی پیراسته دارند
امروز که غرهٔ ذی قعده سنه ۱۱۰۱ هزار و یک صد
و یک است بالتماس بعضے محبان صمیمی لقمادریوزه
درین کشکول فراهم آورده تا اصحاب
ذوق و ارباب شوق نصیب کامل و حظ
وافر بردارند۔ واین بے هیچ را بدعائے
خیر امداد فرمایند۔ نَسْأَلُ اللّٰهَ اَنْ لَّا نَسْأَلَ
مِنْهُ اِلَّا اِيَّاهُ بِعِزَّةِ مَنِ اجْتَبَاهُ لِاَوَّلِيَّةِ
التَّنَزُّلَاتِ وَاصْطَفَاهُ۔

تمهید

بدانکه این رساله متنوع است بر یک مقدمه
و دو وصل و یک خاتمه و آن مذیله است بقول کلی

مقدمه

اِعْلَمْ اَوْصَلَكَ اللّٰهُ اِلٰى اَعْلٰى مَدَارِجِ
الْعَارِفِيْنَ که آن وجود مطلق قبل ازین
که متعین بوجود ظلی کونی پیدا نماید مختفی
بود۔ وازاں بے نشان نشان نبود بمقتضائے
محبت خود بخود ازاں صرافت

رکھتے ہیں اور ہر قسم کی روکھی پھیکی چکنی چپڑی پر قناعت
کرتے ہیں تاکہ اپنی استعداد کے لائق ہر خدا کے طالب
کو حصہ پہنچائیں اور اپنے حوصلے کے موافق ہر ذوق
والوں کو یہ نعمت چکھائیں اس کے پہلے میں نے ایک
مرقع شہود کے شہریوں کے واسطے جو ننگے تھے
تیار کیا تھا تاکہ اُن کا تن لباس تقویٰ سے آراستہ
ہو جاوے آج کہ غرہ ذیقعدہ سنہ ۱۱۰۱ گیارہ سو ایک
ہجری ہے بعض خالص دوستوں کی درخواست
سے کچھ لقمے دروازوں سے مانگ کر اس کشکول میں
جمع کئے ہیں تاکہ ذوق اور شوق والے لوگ اس سے
پورا پورا حصہ لیں اور میری مدد دعائے خیر سے کریں
اب ہمارا سوال حق تعالےٰ سے یہی ہے کہ جب ہم
مانگیں تو خدا ہی کو مانگیں بواسطہ اُس پیغمبر کے جس کو
اللہ تعالیٰ نے اولیت تنزل کیلئے برگزیدہ اور پسند فرمایا

تمہید

جاننا چاہیئے کہ یہ رسالہ منقسم ہے ایک مقدمہ اور دو
وصل اور ایک خاتمہ پر جس کے ذیل میں قول کلی ہے

مقدمہ

اے طالب خدا تجھکو اللہ تعالیٰ عارفوں کے اعلیٰ درجہ کو
پہونچادے جان لے کہ وہ وجود مطلق (باری تعالیٰ
قبل اس کے کہ مخلوقات کے وجود ظلی کے ساتھ
ہو پوشیدہ تھا اور اُس بے نشان کا نشان تک نہ تھا
اپنی محبت کے اقتضا سے خود بخود اُس صرافت سے

تنزیل بمراتب آلہی وکیانی فرمود و در ہر متعینے باعتبار
تقیید بذلک التعین باسم عاشق برآمدہ
وباعتبار رفع ذلک التعین باسم معشوق جلوہ
گر آمدہ پس کمال ہر تعین آنست کہ رجوع
بآں اطلاق کند وازبیرنگی کہ برآمدہ باز بآن
رسد وگفتگوئے ما در تعین حضرت انسان
کہ مظہر جامع ذات وصفات آمدہ واز سائر
تعینات بصفت حمل امانت ممتاز گردیدہ
پس کمالش آنست کہ بسرحد فنا فے اللہ
رسیدہ باقی ببقاء اللہ باشد۔

سیر اول سیر الی اللہ است وسیر ثانی
فے اللہ ونہایت دراولست نہ در دوم۔

لقمہ وصل عبارت است از انقطاع عما
سوئے اللہ وعدم التفات بہمہ اکوان و
انہماک واستہلاک در بیرنگی محض و اطلاق
صرف کہ مقدمہ آں بیخودی وغیبت از جمیع
حواس است کہ مشابہ حالت موت
است الا آنکہ در موت حضور نیست و دریں
نیست مگر حضور۔ وسالک چوں بایں سرحد
رسد اسم ولایت مراورا مسلّم بود اگرچہ ایں حالت
یکساعت ہم اورا باشد باز اگر بصحو برند از اصحاب
تمکین شد وایں افاقت گاہ زود بخشد گاہ
دیر واگر ہماں بیخودی وسکر گزارند

مراتب آلہی اور کیانی کی جانب نزول فرمایا اور ہر متعین
میں اُس تعین کی قید سے عاشق بنا۔ اور بلا تعین کے
اعتبار سے معشوق ہوا اب ہر تعین کا کمال اسی میں ہے
کہ اُسی اطلاق پر پہونچے اور بیرنگی سے جو نکل
پڑا تھا پھر اُس میں جا ملے۔ اور ہمارا کلام صرف تعین
خاص حضرت انسان میں ہے جو ذات اور صفات کا
مظہر جامع اور ساری تعینات کے اندر بار امانت کے
اُٹھانے میں ممتاز ہے پس کمال انسانی اسی میں ہے
کہ فنا فی اللہ کی سرحد میں پہونچکر بقا باللہ میں باقی رہے

سیر اول میں سیر الی اللہ کا بیان ہے اور
سیر ثانی میں سیر فی اللہ کا۔ اور انتہا کمال پہلی سیر
میں ہے دوسری میں نہیں ہے **لقمہ** وصل مراد ہے
اس سے کہ اللہ تعالی کے ماسوا سے قطع تعلق کرنا
اور تمام مخلوقات کی طرف توجہ نہ کرنا اور عبادت میں
کوشش کرنا اور بیرنگی محض اور اطلاق صرف میں
فنا ہونا جسکا پہلا درجہ بیخودی ہے اور تمام حواس
سے غیبت ہے جو موت کے مشابہ ہے مگر موت
میں حضور نہیں ہے اور اس میں حضور ہی حضور ہے
اور سالک جب اس سرحد پر پہونچے تو ولایت اُسی
کے حوالہ ہوتی ہے گو یہ حالت اُس کی ایک ساعت
بھر کے لئے ہو پھر اگر درست حالت پر ہو تو اسکو اصحاب
تمکین کہتے ہیں اور یہ حالت کبھی جلد پیدا ہوتی کبھی
دیر میں اور اگر اُسی بیخودی اور سکر میں رہے

از ارباب تلوین ماند پس در سلوک چوں
مد نظر سالک محض اضمحلال در مشاہدۂ ذات
بیرنگ باشد سلوکش تمام تر آید واگر چپ و
راست نظر افگند و در کشف تعینات دیگر
آویزد از جادۂ مستقیم دور افتادہ بود

لقمہ

بدانکہ در کتب سلوک ہر مقامے را بوصفے
ونعتے موشح بینی کہ دل ہماں خواہد کہ بغیر آں
نخواہد و ہمت بورزش آں استوار گردانی
کہ بعجز او نباساید و طلب الکل فوت الکل است
پس مذبذب گردی کہ کدام مقام را در پیش
گیری و ورزش آں مقام داری و ہر احدے
را در اختیار وایثار نشانے است واما نزد
ایں بے ہیچ مختار آنست کہ سالک ہمت
تمامی ہمت خود معطوف آں دارد کہ بعد
ادائے فرائض و سنن موکدہ و زوائد
پیوستہ بتوحید عزیمت نماید و در مقام ذکر
و فکر و انس باشد و چندگاہ انہماک در کثرت
نوافل و تلاوت قرآن و تسابیح و اوراد و دعوات
و ادخار موارد ثواب کند و تزئین عبارات
و اشارات و جمیع مواطن خیرات یکسو نہد و
شب و روز در افنائے ہستی موہوم خویش کوشد
تا جاذبۂ عنایت ازلی اورا از خود

تو اُسکو ارباب تلوین کہتے ہیں پس سلوک میں جب
سالک کو مد نظر محض فنا ذات بیرنگ کے مشاہدہ کا
ہو تو اُس کا سلوک پورا ہے اور اگر دہنے بائیں دیکھنے
لگے اور دوسرے تعینات کے کشف میں پھنسے گا
تو سیدھی راہ سے دور پڑ جائے گا لقمہ جاننا چاہیئے
کہ کتب سلوک میں جس مقام کو جس ڈھنگ اور عنوان
سے آراستہ پاوے کہ دل اُسکے سوا دوسرے
کی طرف مائل نہ ہو اور اُس کے اختیار کرنے میں ہمت
مستحکم ہووے کہ بلا حصول اُسکے آرام نہ ملے اور
طلب اُس کا فوت کل کا ہے اس باعث سے اُسکے
اختیار کرنے میں تذبذب میں پڑ جائے اور مقدم
کرنے میں اُس کے متردد ہو جائے اور ہر کسیکو
اُس کے اختیار کرنے میں ایک نشان ہے مگر میرے
نزدیک مختار یہ ہے کہ سالک اپنی پوری ہمت اس
جانب پھیرے کہ فرائض اور سنن موکدہ اور سنن زوائد
سے فارغ ہو کر (کلمۂ) توحید کی طرف متوجہ ہو اور
ذکر اور فکر اور اُنس کے مقام میں مستعد رہے اور چند
روز نوافل اور تلاوت قرآن اور تسبیح اور وظیفہ اور دعا
کی کثرت اختیار کرے اور ثواب کا ذخیرہ پیدا کرے
اور عبارات اور اشارات اور تمام اعمال خیر کی تزئین
سے کنارہ کشی کرے اور رات دن اپنی موہوم ہستی
کی فنا میں کوشش کرے تب امید ہے کہ عنایت
ازلی کا جذبہ اُس شخص کو خودی سے

برباید و بسر حد فنار الفنا و منہ الی بقار البقار رساند تا ذات ذاتِ او نگردد وصف صفت او نبیند و اثر اثر او نیابد و فعل فعل او نداند و آنچہ ممد این کار بود پرداز د و از آنچہ مخل این امر باشد پرہیز د و کہ باز گشت ہر صاحب شغلے بدیں است و متفق علیہ جمیع سلاسل ایں پس طالب وصل را واجب است کہ از تکاب آں مشغولی کہ او را از خود برباید و ہیچ امر دریں باب چوں ذکر و فکر نیست۔ اما مقدم دارد بعضے اقسام ذکر را بر بعضے کہ ترتیب مشائخ چنیں بودہ است لقمہ کلام مشائخ در حدود اقسام ذکر و فکر لغایت مختلف است لیکن عمدہ قول ابی عبد الرحمن السلمی است کہ گفت ذکر بر چند قسم است یکے ذکر لسان است و آں ظاہر ست و یکے ذکر قلب است و آں تصفیہ کردن دل است از ہواجس نفسانی و وساوس شیطانی جہت انہماک در ذکر حق تعالیٰ و یکے ذکر سر است و آں پر کردن باطن است تا ہرگز راہ نیابد خواطر ہنگامیکہ ارادہ میکند ورود او ازیں معلوم شد کہ ذکر سر اثر ذکر قلب است و سر لطیفہ ایست فوق قلب و دوام حضور از مقتضیات سر است و قلب بسبب تقلبانی کہ دارد دوام حضور ازو نمی آید دوام حضور و یکے ذکر روح است

نسخہ فعل او داند و از اثر او بیابد

نکالکر فناء الفنا تک اور اُس سے آگے بقاء البقا کی سرحد تک پہونچادے گا تو خدا ہی کی ذات کو اور اُسی کی صفت کو دیکھیگا اور تمام اُسی کا اثر پائیگا اور سب فعل اُسی کا معلوم ہوگا اور جو اعمال اس کام کے معین ہوں اختیار کرے اور مخل سے بچتا رہے کہ تمام اہل شغل کا یہی مرجع ہے اور تمام سلسلہ کے لوگوں کا اسپر اتفاق ہے پس طالب وصل کو لازم ہی کہ ایسے اشغال کو اختیار کرے جس سے بیخودی پیدا ہو اس باب میں ذکر اور فکر سے بڑھکر کوئی عمل نہیں ہے لیکن ذکر کے بعض اقسام ہیں کہ بعض بعض پر مقدم ہیں اور مشائخ نے اسی ترتیب سے اسکو رکھا ہی لقمہ مشائخ رحمہم اللہ کا کلام تعریف میں اقسام ذکر اور فکر کے بہت مختلف ہے لیکن عمدہ قول ابی عبد الرحمن السلمیؒ کا ہی فرماتے ہیں کہ ذکر چند قسم پر ہے ایک ذکر زبانی ہی اور یہ تو ظاہر ہے اور ایک ذکر دل کا ہے جو نفسانی خطرے اور شیطانی وسوسہ سے دل کی صفائی کرتا ہے تاکہ حق تعالیٰ کے ذکر میں انہماک پیدا ہو اور ایک ذکر سر ہے جو باطن کو اس طرح بھرتا ہے کہ اگر کوئی خطرہ دل میں آنیکا ارادہ کرے تو ہرگز نہ آسکے اس سے معلوم ہوا کہ ذکر سر ذکر قلب کا اثر ہے اور سر ایک لطیفہ ہے جو فوق قلب ہے اور دائمی حضور سر کا مقتضا ہی اور ذکر قلب میں چونکہ ہر وقت انقلاب ہے اسواسطے اُس سے حضور دائمی نہیں ہوتا اور ایک ذکر روح ہے

وآن فانی شدن ذاکراست ازصفت خویش
چون می بیند کہ حق تعالے امر آں ذاکر را
ذکر مے کند پس باقی نمی ماند مر اورا ذکر و نہ
حال و نہ وصف برائے علم آنکس بر اینکہ حق
تعالی ذاکراست اورا قبل ازینکہ ذکر بکند
ذاکر مر حق تعالے را شعر عجب ست باوجودت
کہ وجود من بماند ؛ تو بگفتن اندر آئی مارا سخن
بماند ؛ باز گفت ہمچنیں فکر نیز اقسام است
یکے تفکر سالک است در آنچہ جاری مے
شود بروے از مخالفات و معاصی و عجز
ازیں اداے حقوق حق تعالے ۔ و
یکے تفکر سالک است در آنچہ خدائے
تعالے باو احسان والطاف نمودہ
و ایں در مقابل آں ترک شکر کردہ
و در ینکہ اگر شکر بکند ہم ناقص و قاصر
خواہد بود و یکے تفکر اوست در سابق
ازل وَجَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ
اِمَّا السَّعَادَةُ وَاِمَّا الشَّقَاوَةُ
و در لاحق آں سابق جلوہ نماید و یکے
تفکر اوست در بدائع و صنائع
ملکی و ملکوتی و ازیں مطابقۂ استیلاء
عظمت و کبریائے حق تعالے بر دلش
تازہ گردد پس یاد کند وعدو وعید را

جس سے ذاکر اپنی صفت سے فنا ہو جاتا ہے جب ذاکر
کو معلوم ہوتا ہے کہ خود حق تعالی اُس کا ذکر کرتا ہے تو اُسکا
نہ ذکر باقی رہتا ہے نہ حال اور نہ وصف اسوجہ سے کہ
وہ اس بات کو جانتا ہے کہ میرے ذکر کرنے سے پہلے
ہی میرا ذکر اللہ تعالی کرتا ہے ۔ شعر عجب ست باوجودت
کہ وجود من بماند ؛ تو بگفتن اندر آئی مارا سخن بماند
یعنی تعجب کی بات ہے کہ تیرے وجود کے سامنے میرا
وجود باقی رہے اور جب تو بات کرنے لگے تو میں بول
سکوں ۔ اس کے بعد ابو عبدالرحمن اسلمی فرماتے ہیں
کہ جیسے ذکر کے چند اقسام ہیں اسی طرح فکر کے بھی چند
قسم ہیں ایک سالک کا تفکر ہے جو گناہ اور مخالفات کے
خیال میں اور حق تعالی کے حقوق نہ ادا کرنیسے ہوتا
ہے اور ایک اسکا تفکر وہ ہے کہ حق تعالی کا احسان
اور اُس کے کرم کا شکر ادا نہ کیا اور جو ادا بھی کیا تو
اُس احسان کے مقابلہ میں بہت کم اور ناقص سا اور
ایک اس کا تفکر اس بات کا جو ازل میں ہو چکی ہے اور
اب اُسکا ظہور ہوتا ہے جیسا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے
جف القلم بما ہو کائن اما السعادۃ واما الشقاوۃ یعنی ہونے
والی چیزوں کو لکھکر قلم سوکھ گیا اب یا سعادت ہے
یا شقاوت اور ایک اُس کا تفکر ملکی اور ملکوتی صنائع
اور بدائع میں ہے جس سے حق تعالی کی عظمت اور
کبریائی کا دبدبہ سالک کے دل پر تازہ ہو جاتا ہے اور
جس سے وعدہ وعید اُسے یاد آجاتے

را باز گفت بدانکه جلیس متفکر نفس است و
جلیس ذاکر حق تعالے است و لہذا ائمہ ذکر را
بر فکر ترجیح دادہ اند انتہی کلامہ وایضا ذکر
صفت حق تعالی است بخلاف فکر پس آنچہ
صفت اوست اتم است و آنچہ صفت او
نیست ناقص و ذاکر در حقیقت راجع بسوئے
ذات حق تعالے است چہ ذکر نتیجہ معرفت
و محبت است و متفکر در مطالبہ نفس و وقت
و حال و قلت و کثرت و زیادت و نقصان
و محاسبہ انفاس خویش است و بالجملہ ذکر مستنتج
فکر است و فکر مستنتج ذکر لیکن ذکر اتم و اعلے
و اصفے از فکر است چہ فکر مقدمہ توبہ است
و ذکر مقدمہ وصول است حق تعالی فاذکرونی
اذکرکم گفت پس خود را بذکر موصوف ساخت
نہ بفکر تتمہ عارف ربانی عبد الکریم جیلی ثم
الزبیدی مے گوید علامت آں کسیکہ او را
ذکر قلب حاصل است آنست کہ بشنود
از ہمہ اشیا یا از بعض اشیا ذکریکہ ذاکر است
باں ذاکر در ہمہ اوقات یا اکثر اوقات
بر قدر ملبوس آں ذاکر و تمکن او در آں مقام و
علامت آنکہ مر او را ذکر روح است آنست کہ
بشنود از ہمہ اشیا تسبیح مخصوص و نہ بیند فاعلیت غیر سبحانہ
و تعالی و احمد بن غیلان مکی گوید کہ ذکر قلب استواء حضور حق

ہیں۔ اسکے بعد پھر حضرت ابو عبد الرحمن اسلمی فرماتے ہیں
کہ جاننا چاہیئے کہ متفکر کا جلیس نفس ہے اور ذاکر کا جلیس
حق تعالی ہے اسیواسطے اماموں نے ذکر کو فکر پر
ترجیح دی ہے یہانتک ابو عبد الرحمن اسلمی کا قول تمام ہوا
اور ایک دلیل ذکر کے فکر پر ترجیح ہونیکی یہ بھی ہے کہ ذکر حق
تعالی کی صفت ہے اور فکر ایسا نہیں ہے تو جو اسکی صفت ہے
ضرور کامل ہے اور جو اسکی صفت نہیں ہے وہ ناقص ہے
اور ذاکر فی الحقیقت اللہ تعالی کی ذات کی طرف راجع ہے کیونکہ
معرفت اور محبت کا نتیجہ ذکر ہی ہے اور متفکر اپنے نفس اور وقت
اور حال اور قلت اور کثرت اور زیادتی اور نقصان کا مطالبہ
اور انفس کا محاسبہ کرتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ ذکر فکر کے تابع
ہے اور فکر ذکر کے مگر ذکر فکر سے بہت کامل اور اعلی اور اصفے
ہے کیونکہ فکر توبہ کا مقدمہ ہے اور ذکر اللہ تعالی کے وصول
کا اللہ تعالی نے فرمایا فاذکرونی اذکرکم یعنی تم میرا ذکر کرو میں
تمہارا ذکر کروں یہاں اللہ تعالی نے اپنے تئیں ذاکر کہا متفکر
نہیں کہا تتمہ عارف ربانی حضرت عبد الکریم گیلانی زبیدی
فرماتے ہیں کہ جسکو ذکر قلب حاصل ہوگیا ہے اس کی یہ علامت
ہے کہ ذاکر اپنے ذکر کو ہر وقت یا بعض وقت بقدر اپنی
قوت اور استعداد کے تمام چیز یا بعض چیز سے سنتا
ہے اور جسکو ذکر روح حاصل ہوگیا اس کی نشانی یہ ہے
کہ تمام چیز سے تسبیحات مخصوصہ سنتا ہے اور سوائے
حق تعالے کے فاعل کسیکو نہیں دیکھتا۔ احمد بن غیلان
مکی فرماتے ہیں کہ ذکر قلب میں حضور حق اور حضور

وخلق است وذکر روح غلبہ حضور حق نسبت
حضور خلق وذکر سر این است کہ نباشد
مراورا حضوری غیبہ حضور حضرت حق وذکر
خفی اینست کہ مختفی شود وجود در روح چون
خفا رکون در سر انتہی کلامہم قدس اسرارہم

لقمہ بدانکہ ذکر ضد نسیان است پس
آنچہ ترا ازان یاد مقصود حاصل شود توسل
والتفات بآن عبادت است سَوَاءٌ
کَانَ اِسْمًا اَوْ رَسْمًا اَوْ فِعْلًا اَوْ جِسْمًا
اَوْ جِسْمَانِیًّا اَوْ مُجَرَّدًا اَوْ غَیْرَ ذٰلِکَ
وآنچہ ترا ازان نسیان مقصود حاصل شود
توسل والتفات بآن ضلالت وبطالت
بود سَوَاءٌ کَانَ اِسْمًا اَوْ غَیْرَ ذٰلِکَ
پس ہمہ افعال واقوال واحوال صوفی بشرط
تذکر وتیقظ وانتباہ ہمہ ذکر است وبشرط عدم

بیت

گر با تو بوم مجاز من جملہ نماز ٭ گر بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

لقمہ

بدانکہ بعضے گویند اقسام ذکر بسیار ست ذکر لسان
بجہر یا بخفیہ ذکر قلب ذکر روح ذکر سر ذکر خفی ذکر اخفی
ذکر اخفی الخفی ذکر لسان لفظی است کہ معتبر است
درو ہیئت حروف وتقدم وتاخر بعضہا علی بعض و
حرکات وسکنات این را اگر بصوت یاد کنند

خلق برابر ہے اور ذکر روح میں حضور خلق کی نسبت حضور
حق کو غلبہ ہے اور ذکر سر یہ ہے کہ ذاکر کو سوائے حضور حق
کے کوئی حضور نہیں ہوتا اور ذکر خفی یہ ہے کہ وجود روح
میں چھپ جاتا ہے جیسے مخلوقات ذکر سر میں چھپ
جاتے ہیں ختم ہوا کلام حضرت احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ کا

لقمہ جاننا چاہیے کہ ذکر نسیان کی ضد ہے تو پھر
جس سے مقصود کی یاد حاصل ہو اسکا وسیلہ پکڑنا اور اسکی
طرف متوجہ ہونا عبادت ہے خواہ وہ شئی اسم ہو یا رسم فعل
ہو یا جسم یا جسمانی ہو یا مجرد یا اسکے سوا اور کچھ ہو اور جس سے
مقصود بھول جائے اس کا وسیلہ پکڑنا اور اس کی طرف
متوجہ ہونا گمراہی اور بطالت ہے چاہے وہ شے اسم
ہو یا اسکے سوا اور کچھ ہو پس صوفی کے تمام افعال اور
اقوال بشرطیکہ انسے یاد اور بیداری اور آگاہی ہو وہ
ذکر ہیں اور جو ایسے نہ ہوں وہ ذکر نہیں ہیں بیت

گر با تو بوم مجاز من جملہ نماز ٭ گر بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

یعنی اگر میں تیرے ساتھ ہوں تو میری مجاز ساری نماز ہے
اور اگر بے تیرے ہوں تو میری نماز ساری مجاز ہے

لقمہ جاننا چاہیے کہ بعضے لوگ کہتے ہیں کہ ذکر کے
بہت سے اقسام ہیں ذکر لسان خواہ زور سے ہو یا آہستہ
سے ذکر قلب ذکر روح ذکر سر ذکر خفی ذکر اخفی ذکر
اخفی الخفی ذکر لسان لفظی ہے کہ جس میں حروف کی ہیئت
اور بعضے حروف کی بعض پر تقدیم وتاخیر اور حرکات و
سکنات معتبر ہیں اگر ان کو آواز سے ادا کریں تو

جہر شود و بے صوت گویند خفیہ باشد
ذکر قلب مطالعۂ لفظ است یا حضور مدلول
و آں اسم است بے اعتبار تقدم
و تاخر و حرکات و سکنات بل حضور آں
اسم است بیک مرتبہ مرتبۃ الحروف و
الحرکات والسکنات و ذکر روح فراموشی
ازاں لفظ اسم است و حضور مسمی و ایں
متفاوت است بحسب حالات ذاکرین
بعضے را گاہ باشد و اکثر نباشد و بعضے را عکس ایں و
بعضے را دوام لیکن دانند کہ ما ذاکریم و ذکرے درمیان ما یم و
مذکور مقصود ماست کہ حاضر است پیش بصیرت
ما و ایں ہنوز انحطاط دارد و نہایت آنست
کہ ذکر و ذاکر نیز از میان برخیزد و برداشتہ
گردد و غیر مذکور معلوم و مفہوم نماند و لذت ذکر نیز
برخیزد و علم باین لذت نیز نماند و
اخفی و اخفی اخفی نیز ایں مقام دارند و لواقی
برایں مراتب کہ گفتہ شد فرود آرند

لقمہ

شیخ شرف الدین یحیی منیری قدس سرہ میفرماید
کہ ذکر بر چہار وجہ است اول لسان ذاکر
است و دل غافل ست در معدن المعانی
دوم زبان ذاکر ست و دل با و یار است

جہر ہے اور بے آواز کے خفی ہے اور ذکر قلب لفظ کا
مطالعہ کرنا یا اسم کے معنی کو دل میں حاضر رکھنا ہے بلا لحاظ تقدم
اور تاخر اور حرکات اور سکنات حروف کے بلکہ یکمرتبہ اس
اسم کے حروف اور حرکات اور سکنات کو دل میں حاضر
کرلینا ہے اور ذکر روح اس اسم کے لفظ کی فراموشی اور
اسکے مسمی کو دل میں حاضر کرلینے کا نام ہے اور یہ ذکر
ذاکرین کے حالات کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتے
ہیں بعضے کو کبھی ہو جاتا ہے اور اکثر نہیں ہوتا ہے
اور بعضوں کو اس کے برعکس (اکثر ہوتا ہے اور کبھی نہیں
بھی ہوتا) اور بعضوں کو ہمیشہ ہوا کرتا ہے لیکن ان
لوگوں کو خبر رہتی ہے کہ ہم ذاکر ہیں اور ہمارے اور مذکور
کے درمیان میں ذکر ہی ہے اور ہمارا مقصود مذکور ہے
جو ہماری بصیرت کے سامنے حاضر ہے اور یہ ابتک انحطاط
کے درجہ میں ہے اور اعلی درجہ یہ ہے کہ ذکر اور ذاکر کا
نام و نشان بھی درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور مذکور کے
سوا کچھ بھی جانا بوجھتا نہیں اور ذکر کی لذت بھی نہیں
رہتی اور اس لذت کو جانتا بھی نہیں اور ذکر اخفی اور
جو باقی ہیں اُن کو انھیں مراتب پر جو مذکور ہوئے محمول
کرتے ہیں لقمہ حضرت شیخ شرف الدین یحیی منیری
فرماتے ہیں کہ ذکر چار طور پر ہے اول معانی کی
معدن میں زبان ذاکر ہے اور دل غافل ہے
دوسرے زبان ذاکر ہے اور دل بھی اسکے موافق ہے

اخفی اخفی کے مقامات بھی اسی طرح ہیں جیسے اور ذکر

اینقدر ہست کہ دل گاہ گاہ غافل می شود
بخلاف زبان۔ سوم موافقت دارد زبان با دل
و دل با زبان لیکن گاہ گاہ ہر دو غافل
می شوند چہارم زبان غافل و عاطل
باشد و دل ذاکر و حاضر باشد و این انتہائے
مقامات ست۔ تمام کار ضروری حضور و آگاہی
ست و این است حقیقت ذکر و حاصل می شود
ذاکر را درین مرتبہ سماع صوت دل خویش و
نمی شنود آن صوت غیر ذاکر انتہی کلامہ
لقمہ۔ بعضے فرمودہ اند کہ اصلح بحال مبتدی
ذکر ست و بحال متوسط تلاوت قرآن و بحال
منتہی نماز نفل۔ اما مختار این بیچ مدان آنست
کہ اقتصار بر ملازمت ذکر خفی و تصفیہ دل از
نقوش اغیار و عدم التفات بماسوی و توجہ
و عزیمت البوسہ حضور و انس و فنا در حضرت
قدس و محویت درین و محو و طمس و طلس
درین کار اقرب اقارب و اوصل واصل ست
اگرچہ دانم کہ اکثر انواع عبادات از و فوت
می شود لیکن چہ باک کہ ابتغا زاین طور جابر
المہر نقصان است لقمہ و ما اینجا بعضے
آداب ذکر بیان کنیم بدانکہ آداب ذکر را در منہج
السالک الی اشرف المسالک بست آداب تعداد
نمودند پنج قبل از شروع در ذکر و دوازدہ وقت ذکر و سہ

لیکن اتنا ہے کہ دل کبھی کبھی غافل ہو جاتا ہے مگر زبان
کا ذکر نہیں جاتا۔ تیسرے زبان دل سے اور دل زبان سے
موافق ہے لیکن کبھی کبھی دونوں غافل ہو جاتے ہیں چوتھے
زبان غافل اور بیکار ہوتی ہے مگر دل ذاکر اور حاضر
رہتا ہے اور یہ اعلیٰ درجہ مقامات کا ہے یہاں پر سارا
ضروری کام حضور اور آگاہی ہے اور یہی ذکر کی حقیقت
ہے اور ذاکر کو اس مقام میں بھی وہ رتبہ حاصل ہو جاتا
ہے کہ اپنے دل کی آواز کو سنتا ہے اور ذاکر کے ماسوا
کوئی اس آواز کو نہیں سن سکتا۔ ختم ہوا شیخ کا کلام
لقمہ۔ بعضے فرماتے ہیں کہ مبتدی کے لائق ذکر ہے اور متوسط
کے مناسب تلاوت قرآن اور منتہی کے واسطے نماز نفل ہے
لیکن میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ ذکر خفی پر فقط ملازمت
کرنا اور غیروں کے نقوش سے دل کو صاف رکھنا اور خدا کی
سوا کی طرف توجہ نہ کرنا اور یکسوئی اور مصمم قصد کر لینا حضور
کی طرف اور حضرت قدس میں انس حاصل کرنا اور فنا ہونا اور
اسی میں محو ہو جانا اور اسی کا ذیل پنے کو مٹا دینا اقرب
الی المقصود اور اوصل الی المطلوب ہے۔ اگرچہ مجھے معلوم ہے
کہ اکثر قسم کی عبادات اس صورت میں فوت ہو جائینگی لیکن
کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ طور اس کا ہر نقصان کو رفع کر دیگا
لقمہ۔ اب ہم ذکر کے چند آداب بیان کرتے ہیں
جاننا چاہیے کہ کتاب منہج السالک الی اشرف المسالک
میں آداب ذکر کو بیس عدد لکھا ہے پانچ ذکر کے شروع
کرنے سے پہلے اور بارہ ذکر کے وقت میں اور تین اسکے

بعد از ذکر اما قبلی پس آن توبہ و اطمینان
و طہارت و استمداد از شیخ و علم آنکہ استمداد
از شیخ استمداد بہ پیغمبر است
صلے اللہ علیہ وسلم و آں استمداد بحضرت
حق است جل وعلا۔ اما حینی پس آن
تربیع یا قعدہ صلوٰۃ و وضع و کف بر
دو ران و تعطیر مجلس ذکر و لبس
ثیاب طاہر و تاریکی حجرہ و پوشیدن
ہر دو چشم و محکم بستن سوراخ ہر
دو گوش و احضار صورت شیخ
واین اوکد شرائط است و صدق
در ظاہر و باطن و اخلاص و مراد از
صدق اینجا عدم مبالغہ عمل خود است
بغیر حق تعالی۔ و از اخلاص عدم ریا و
سمعہ و اختیار کلمہ توحید بر غیر آن از
اذکار و احضار معنی این کلمہ در ہر بار بسبب
نفی کردن ہر موجودی را از ساحت
حضور بمراقبہ موجود حقیقی۔ واین ہیچ
می گوید این شرط نیز از اوکد شروط است
و دخل در کار۔ واما بعدے پس
آن خاموشی بعد ذکر تا دیرے و حبس
نفس و عدم استعمال مبردات مثل ماء و ہوائے
خنک تا سرد کند حرارت دل را و صاحب منہج

بعد لیکن جو ذکر سے پہلے ہیں وہ یہ ہیں توبہ کرنا اور
دل کو مطمئن رکھنا اور طہارت حاصل کرنا اور شیخ سے
مدد لینا اور یہ بات جاننا کہ شیخ سے مدد لینا گویا پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد لینا ہے اور وہ حضرت
حق جل وعلا ہے لیکن وہ آداب جو ذکر کے وقت
ہیں ہیں وہ یہ ہیں دوزانو بیٹھنا جیسے نماز میں بیٹھتے
ہیں اور دونو ہاتھ دونو ران پر رکھنا اور ذکر کی
مجلس کو خوشبودار کرنا اور پاک کپڑا پہننا اور حجرہ کا
تاریک ہونا اور دونو آنکھوں کا اور کان کے دونوں
سوراخ کو بند کرنا اور شیخ کی صورت دل میں حاضر
رکھنا اور ظاہر و باطن صدق اور خلوص اور فقط
کلمہ توحید کا اختیار کر لینا اور کلمہ توحید کے معنی کو ہر بار
ذہن میں رکھنا کہ موجود حقیقی کے موجود ہوتے ہوئے
ہر دوسری موجودات معدوم ہے مراد صدق سے یہاں پر
یہ ہے کہ حق تعالی ہی کے لئے اپنے اعمال میں مبالغہ
کرے اور اخلاص سے مراد یہ ہے کہ ریا کاری اور
دکھاوے کے واسطے نہ کرے اور شرائط میں جو شیخ کی صورت
دل میں حاضر کرنی اور کلمہ کے معنے کو ذہن میں رکھنے کو
کہا گیا ہے یہ دونوں ضروری شرط ہیں اور بر آمد حاجات
میں اسکو بڑا دخل ہے۔ اب جو ذکر کے بعد کے آداب
ہیں وہ یہ ہیں کہ ذکر کے بعد دیر تک چپکا رہنا اور سانس کو کچھ روز رکنا
اور سرد جیسے پانی اور سرد ہوا کا استعمال نہ کرنا کیونکہ
اس سے دل کی حرارت فرو ہو جاتی ہے اور منہج السالک

بعضے فوائد این ذکر نوشته از انجمله آنست که
ذکر کلمهٔ توحید اُنس بحضرت قدس می بخشد
پس آنکه ذکرش زیاده بود و زیادتی در اُنس
نیابد غافل ست مر بعضے شروط را احتیاط
کند و از سر گیرد۔ و ابن عطاء اللہ شاذلی
رحمۃ اللہ تعالے علیہ گوید کہ لا الٰہ الا
اللہ محمد رسول اللہ گوید عرش
عظیم بحرکت در آید ازین چه اصل
این کلمه از جبروت است و مر او را نسبتے
است بملک و صعود نیست بملکوت و متعلق
بحقائق عالم نیست و از انجمله آنست که هر که
هر صباح بطهارت هزار بار گوید آسان شود
بروے اسباب رزق۔ و این بندهٔ هیچ میگوید
شاید مراد از رزق عام تر است از آنکه روحانی
باشد یا جسمانی و از انجمله آنست که چون کسے نزد
خواب رفتن هزار بار گوید بیتوتت کند روح او تحت
عرش و قوت خورد بر حسب قوت خویش۔ و از انجمله
آنست که چون کسے بگوید هزار بار بوقت استواء
شکست خورد شیطان از باطن وے و از انجمله آنست
که هر که بگوید هزار بار نزد دیدن هلال حفظ کند
او را اللہ تعالے از جمیع اسقام و از انجمله
آنست که هر که هزار بار بگوید نزد داخل
شدن در شهر یا خروج از شهر خدائے تعالے

مصنف نے اس کے بعد اس ذکر کے چند فائدے بھی لکھے
ہیں انمیں سے ایک یہ ہے کہ کلمۂ توحید کا ذکر حضرت قدس
میں انسیت پیدا کرتا ہے پھر جو کوئی ذکر زیادہ کرے اور
انس حضرت قدس کا زیادہ نہ ہو تو جان لے کہ ضرور اسنے
کچھ شرائط کو چھوڑ دیا ہے پس انکو اختیار کرنا چاہیئے
اور از سر نو شروع کرنا چاہیئے۔ اور ابن عطاء اللہ شاذلی
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
کہتا ہے تو عرش عظیم ہلنے لگتا ہے اس کی وجہ یہ ہے
کہ یہ کلمہ جبروتی ہے اور اس کو ملک کے ساتھ نسبت ہے
اور ملکوت پر جا لگتا ہے اور عالم کی حقیقت سے اس کو کچھ
تعلق نہیں ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جو شخص صبح
کے وقت طہارت کے ساتھ ہزار مرتبہ پڑھیگا اللہ تعالے
روزی کے اسباب اسپر آسان کر دیتا ہے۔ حضرت مصنف
اس رسالہ کے فرماتے ہیں کہ غالباً روزی سے مراد عام
ہو خواہ روحانی ہو یا جسمانی۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جو شخص
ہزار مرتبہ پڑھکر سو رہے اس کی روح عرش کے نیچے
پہونچکر اپنی قوت کے موافق روزی پاویگی۔ چوتھا فائدہ
یہ ہے کہ جو شخص دوپہر کے وقت ہزار مرتبہ پڑھ لے
تو اسکے باطن سے غلبہ شیطانی جاتا رہے گا۔ پانچواں فائدہ
یہ ہے کہ جو شخص ہلال دیکھنے وقت ہزار مرتبہ پڑھ لے
اللہ تعالی اس کو تمام بیماریوں سے محفوظ رکھیگا۔ چوتھا
فائدہ یہ ہے کہ جو شخص شہر میں داخل ہونے کے وقت
یا خارج ہونیکے وقت ہزار مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالے

اورا مامون و مصئون دارد از ما یخاف و
یحذر و از انجملہ آنست کہ ہر کہ ہزار بار بگوید
آن را بجمع فکر و حضور و بفرستد جانب ظالم جبار
عنید پا مال کند اورا و نیست و نابود سازد
اورا. و از انجملہ آنست کہ ہزار بار خواند اورا
و قصد بکند بر اطلاع کشف غیوب کشف
شود بروے اسرار ملک و ملکوت و از انجملہ
آنست ہر کہ اورا ہفتاد ہزار بار بگوید داخل کند
اورا اللہ تعالی در جنت لقمہ۔ بعضے عارفان
گفتہ اند از ذکر لسانی میرسد سالک بجانب
ذکر قلب پس در حالت جمع لسان و جنان
بیشک امر ذکر ترتیب بہ کمال است و این
ترتیب در اکثر سلاسل است اما سلسلہ
نقشبندیہ اقتصار بر ذکر قلبی بجذب باطن
می کنند و مبتدیان را ہمین ذکر آغاز دہ
گویند ع اول ما آخر ہر منتہی ؛ز آخر ما جیب تمنا تہی
اما پیدا است کہ آنچہ برائے منتہیان سلاسل
دیگر حاصل می شود برائے مبتدی این
سلسلہ پیدا نمیشود آرے طریق ترتیب
درین سلسلہ چنین است پس فرق
باشد میان صاحب ذکر قلبی مجذوب کہ
منتہی از سلسلہ دیگر است و صاحب ذکر
قلبی مجذوب کہ مبتدی این سلسلہ است

اسکو تمام خوفناک چیزوں سے محفوظ رکھے گا ساتواں
فائدہ یہ ہے کہ جو شخص اطمینان اور حضور قلب سے ہزار
مرتبہ پڑھکر سرکش ظالم جبار کی طرف دم کرے تو
اللہ تعالی اسکو برباد و نیست و نابود کریگا۔ آٹھواں فائدہ
یہ ہے کہ جو شخص ہزار مرتبہ اس قصد سے پڑھے کہ اسپر
غیب کی باتیں ظاہر ہو جائیں تو اللہ تعالی اسپر ملک و ملکوت
کے پردے کھولدیگا۔ نواں فائدہ یہ ہے کہ جو شخص اسکو
ستر ہزار مرتبے پڑھے گا تو اللہ تعالی اسکو جنت میں داخل
کریگا لقمہ بعض عارفین فرماتے ہیں کہ لسانی ذکر
سے سالک ذکر قلب کو پہونچ جاتا ہے پس جب زبان
اور دل دونو یکساں ہیں تو بے شبہ ذکر بہ ترتیب کمال
کو پہونچ جائیگا اور یہ ترتیب اکثر سلسلے میں ہے مگر
سلسلہ نقشبندیہ میں جذب باطن کیساتھ ذکر قلبی پر
اقتصار کرتے ہیں اور مبتدی اسی ذکر سے شروع کرتے
ہیں اور کہتے ہیں ع اول ما آخر ہر منتہی ؛ز آخر
ما جیب تمنا تہی ؛ یعنی ہر منتہی کا جو آخر ہے وہ ہمارا
اول ہے اور تمنا کی جیب ہمارے آخر سے خالی ہے مگر
ظاہر ہے کہ جو دوسرے سلسلے کے منتہی لوگوں کو حاصل
ہوتا ہے وہ اس سلسلے کے مبتدی لوگوں کو حاصل نہیں ہوتا
ہاں اس سلسلہ میں طریقہ تعلیم کا اسی طور سے رکھا گیا
ہے پس دوسرے سلسلے کے منتہی لوگ جو ذکر قلبی سے
مجذوب ہو جاتے ہیں اور مبتدی لوگ اس سلسلہ کے
جو ذکر قلبی سے مجذوب ہو جاتے ہیں ان دونو میں فرق ہے

لقمہ۔ وبعضے فقہا انکار می کنند ذکر قلبی را و
حصر می کنند امر ذکر را در لسان و این نیست
مگر مکابرہ صرف۔ چہ ذکر ضد نسیان است و
این صفتِ قلب است خاصۃً آرے برائے
ہر واحد احکام مختصہ است کہ مترتب میشود بر ہر واحد

لقمہ۔ بدانکہ حبس نفس در ذکر نزد
بعضے اصل قوی است بلکہ اصل الاصول
است در نفی خواطر و شرط کردہ اند
چشتیان و کبرویان و شطاریان و قادریان
لیکن نقشبندیان شرط نہ کردہ اند و نیز
منکر اولویت نیستند۔ اما سہروردیان شرط
می کنند عدم حبس را و باین رفتہ است
شیخ بہاء الدین عمر و زین الدین الخوافی
قدس سرہما و این ہر دو از اکابر سلسلہ
سہروردیہ اند۔ و این بے ہیچ معروض میدارد
کہ این جا دو امر است یکے حبس نفس و دیگر
حصر نفس۔ و حبس نفس بر دو وجہ است
بتخلیہ و تملیہ۔ اما تخلیہ کشیدن نفس از
جانب بطن و جلب سُرّہ و اطراف
آن بجانب ظہر و حبس نفس در صدر و نزد
بعضے در دماغ و حاجت نیست کہ انگشتان
را بر خیشومین و صماخی الاذنین و عینین
نہند چنانچہ بعضے برائے احتیاط میکنند و اصل

لقمہ۔ بعض فقہا ذکر قلبی کا انکار کرتے ہیں اور ذکر
کو فقط لسان ہی پر منحصر کرتے ہیں اور یہ ہٹ دھرمی کی
بات ہے اسواسطے کہ ذکر نسیان کا ضد ہے اور یہ خاص
کر کے قلب کی صفت ہے ہاں اتنی بات البتہ ہے کہ
ہر ایک کے لئے احکام مختصہ ہیں کہ اسپر مترتب ہوتے ہیں۔

لقمہ۔ جاننا چاہیئے کہ ذکر میں حبس نفس کرنا بعضوں
کے نزدیک عمدہ اصل ہے بلکہ خطرات کے مٹانے
میں اصل الاصول ہے اور چشتیہ اور کبرویہ اور شطاریہ
اور قادریہ سلسلہ کے لوگوں نے حبس نفس کو شرط
قرار دیا ہے مگر نقشبندیہ نے اُس کو شرط نہیں کہا اور
اسکے اولی ہونے کے منکر بھی نہیں ہیں۔ البتہ طریقہ
سہروردیہ کے لوگ فرماتے ہیں کہ حبس نفس کا
نہ ہونا شرط ہے چنانچہ یہی مسلک ہے حضرت بہاء الدین
عمر اور زین الدین خوافی قدس سرہما کا جو سلسلۂ سہروردیہ
کے بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں
دو امر ہیں ایک حبس نفس اور دوسری حصر نفس
حبس نفس دو طور پر ہے تخلیہ سے ہو یا تملیہ سے
پس دم کا کھینچنا شکم کی طرف سے اور ناف اور اُس کے
اطراف کا کھینچنا پشت کی جانب اور دم کا روکنا سینہ میں
اور بعضوں کے نزدیک دماغ میں اُس کا نام تخلیہ ہے اور
اس کی حاجت نہیں ہے کہ انگلیوں کو دونوں ناک کے پردے
اور دونوں کان کے سوراخ اور دونوں آنکھوں پر رکھے
جیسے بعضے لوگ احتیاطاً اس کو کرتے ہیں اور اصل طریقہ

دریں اثبیست که میان قعر حوض درآیند و غوطه در
آب زنند و ایں عمل نمایند که ایں طریقه را خضر
علیه السلام مر شیخ عبدالخالق غجدوانی را ارشاد کرده
و ایں طریقی است که تاثیر ازیں بسیار امید است و اما تملیه
کشیدن نفس است بباطن و حبس آں در باطن بالنفخ
و دریں صورت بسبب نفخ بطن سره از ظهر بعید
تری شود لیکن اول حرارت کثیری انگیزد و دوم هضم
طعام بسیار میکند و حصر نفس عبارت است از قطع نفس از هر دو طرف
یعنی بدرازی معهود نکشند بلکه از معهود کوتاه کشند و
شک نیست که ایں حرارتے در دل پیدا کند آرے حرارت حبس
بیش از حرارت حصر است و ایں جمله در نفس مسافر است
اما نفس مقیم متصف بحرارت و برودت نیست و
تقاضا نمیکند دل استبدال آنرا بلکه آں کائن غیر
بائن است ثابت می باشد نزد حبس نفس و تسریح
آں یعنی سر دادن آں و حصر نفس و تطلیق آں پس
اگر کسے شناسد آنرا و اگر داند معیار ذکر
را پس آں دائم الذکر باشد و مطابقت کند
رشته حضور یاد و ممتد مے باشد بقدر
امتداد و باید دانست که در ایام حبس تحاشی
بکند از اغذیه مرطبه بغایت رطوبت و
همچنیں از حامض گاه باشد که در اوائل
دم ظاهر شود از صماخی الاذنین یا از
خیشومی الانف یا در براز اما نترسد

اس عمل کا یوں ہے کہ حوض میں جا کر غوطہ مار کر یہ عمل
کریں اور اس طریقہ کو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت
عبدالخالق غجدوانی کو بتلایا تھا اور یہ ایسا طریقہ ہے
جس سے بہت کچھ تاثیر کی امید ہے۔ اور دم کا اندر کی
جانب کھینچکر نفخ کے ساتھ بند کر لینا اسکا نام تملیہ ہے
اس طریقہ میں بسبب نفخ شکم کے ناف پشت سے بہت
دور پڑ جاتی ہے مگر پہلے طریقہ میں بہت حرارت پیدا ہوتی
ہے اور دوسرے میں کھانا ہضم ہوتا ہے اور دم کا قطع
کرنا دونوں طرف سے اس طور پر کہ معہود تک دراز نہ کریں بلکہ
اس سے کم کھینچیں اسکا نام حصر نفس ہے اور اسمیں شک
نہیں ہے کہ یہ عمل دل میں حرارت پیدا کرتا ہے مگر
پھر بھی حرارت حبس نفس کی اس سے بڑھکر ہے اور یہ سب
باتیں نفس مسافر میں ہوتی ہیں اور نفس مقیم میں حرارت
اور برودت نہیں ہوتی اور دل اسکا بدلنا گوارا نہیں
کرتا بلکہ وہ حبس نفس اور حصر نفس اور اسکے بعد ہمیشہ
رہتا ہے اور جدا نہیں ہوتا پس جو کوئی اسکو پہچان لے
اور ذکر کی کسوٹی بنا لیوے تو دائم الذکر ہو جائیگا اور
حضوری کا سلسلہ اسکے لئے موافق ہوتا جائے گا اور
جسقدر اسکو بڑھاتا جائیگا حضوری بڑھتی جائے گی
جاننا چاہیئے کہ حبس نفس کے زمانہ میں جو غذا کہ بہت
مرطب یا ترش ہے اس سے بچنا چاہیئے اور کبھی اوائل
میں دونوں کانوں کے پردے یا دونوں ناک کے سوراخ سے
یا براز میں خون جاری ہو جاتا ہے اس سے خوف نہ کرے

وبکار برداز کہ در نزدیکی دفع خواہد شد لیکن
از طعام حار جداً پرہیز کند برابر است کہ حرارتش
طبعی باشد یا عارضی زیرا کہ موجب ایجاد
مرض یا ازدیاد مرض مے شود و نیز زیادہ
نکند در عدد حبس نفس یک مرتبہ آنقدر
کہ مشکل شود برو شاق آید بلکہ زیادہ کند
شیئاً فشیئاً تا مشکل نگردد و چون سرد ہد نفس را
سرد ہد اندک اندک از بینی نہ بدہان کہ ضرر
میرساند بدندان و از اعاظم شرائط
اینست کہ نہ باشد حبس نزد پری شکم و نہ نزد
نہایت گرسنگی بلکہ در حالت متوسط اما این
در بدایت است و چون بلوغ و کمال یافت
پس او راست در ہر حالت ایکہ حبس نماید
و تسریح فرماید و مشائخ این عمل و اعمال دیگر
حبسیات را از جوگ گرفتہ اند و اہل آن
بوجہ اتم و ابلغ مباشر این کار اند

لقمہ

بعضے اہل معارف گفتہ اند کہ چون حاصل میشود
برائے نفس انسان بعد تنقیہ باطن و تطہیر
آن از میل بجانب محسوسات و مالوفات
و بعد تعمیر باستغراق ذکر و نعمت حضور نسبتے
و ربطے بروحانیات و روشن میشود دلش بآن
نسبت پس مشاہدہ میکند بآن نور ذات حق تعالی را

اور کام کرنا جائے کہ تھوڑے زمانہ میں یہ دفع ہو جائیں گے
لیکن بہت گرم کھانے سے خواہ اوسکی گرمی طبعی ہو یا
عارضی بچنا رہے ورنہ مرض پیدا ہو جائیگا یا بڑھ جائیگا
اور یہ بھی نہ چاہیے کہ ایکبارگی اعداد حبس انفاس کو
اسقدر بڑھاوے کہ مشکل پڑ جائے اور شاق گذرے
بلکہ تھوڑا تھوڑا بڑھانا چاہئے تاکہ دشوار نہ ہو جب
حبس نفس سے فارغ ہو تو تھوڑے تھوڑے سانس
کو ناک کے راستہ سے نکالے اور منہ سے نہ نکالے
ورنہ دانتوں کو ضرر کرے گا اور بڑی شرائط سے ایک
یہ بھی ہے کہ پیٹ بھرے پر اور بھوک میں حبس نکرے
بلکہ درمیانی حالت میں یہ عمل اختیار کرے یہ شرط مبتدی
کے واسطے ہے اور جس کو انتہا اور کمال ہو اسکو اختیار ہے
جس حالت میں چاہے حبس شروع کرے یا ختم کرے
اس عمل کو اور دوسرے حبس کے طریقے کو مشائخ رحمتہ
اللہ علیہم نے جوگیوں سے لیا ہے اور اسکے ماہر لوگ
بہت پورے طور سے اس عمل کو بجا لاتے ہیں۔

لقمہ بعضے اہل معرفت فرماتے ہیں کہ جب انسان
کا نفس تنقیہ باطن کر لیتا ہے اور مالوفات اور محسوسات
کی خواہش سے پاک ہو جاتا ہے اور استغراق ذکر اور
نعمت حضوری سے معمور ہو جاتا ہے اور اسکو ایک قسم
کی نسبت اور ربط روحانیات سے پیدا ہو جاتا ہے
اور اس نسبت سے اس کا دل روشن ہو جاتا ہے تب
اس نور سے ذات حق تعالے کو مشاہدہ کرتا ہے

ومطلع میشود بر مرادات او از احکام او و بعد
آں منعکس می شود آں نور از بصیرت بجانب
بصر پس احساس می کند بجارحہ ظاہرہ عوالم
غیب را پس ایں وقت منسلخ مے شود از عالم
ظاہرہ و باطنہ لقمہ بدانکہ اول مقامات
توبہ است و آخر مقامات حیرت و بعضے رضا
و تسلیم را آخر گفتہ اند و بجائے حیرت داشتہ
اند و حیرت دو حیرت است حیرت مذمومہ
و حیرت محمودہ۔ و شرح ایں سخن ایں ست کہ
جمال و کمال ذات او تعالےٰ مستدعی حیرت
است نہ شک۔ و گاہ مشتبہ می شود امر میانِ
حیرت و شک۔ پس بدانکہ حیرت پیدا می شود از
معرفت و ادراک ذات شئے بخلاف شک کہ منشأ
آں جہل و نکرت است و حیرت می باشد در حضور
و شک در غیبت و متحیر آناً فاناً صعود می کند بسوئے
ذروۂ کنہ شئے بسبب نہایت شوق بدرک آں
و شاک آناً فاناً می درافتد در حضیض جہل ز حقیقۃ
شئے بسبب عدم التفات باو و گفتہ اند کہ حیرت
مرکب است از علم بوجود و جہل از درک کنہ و شک
مذبذب است در ہر یکے از علم و جہل پیش شاک نہ
جزو علمی متحقق است و نہ جزو جہلی مثبت بلکہ مر او را علم
است مشکوک الوجود و جہلیست مشکوک الثبوت کار
او پیوستہ دائر بین النفی والاثبات است و حیرت مذمومہ

اور اُس کی مراد اور احکام پر واقف ہو جاتا ہے پھر وہ نور بصیرت
آنکھوں میں آ جاتا ہے جس کے باعث سے ظاہری اعضا
سے عالم غیب کو دریافت کر لیتا ہے پس اسوقت میں یہ
شخص اپنے ظاہر اور باطن سے اس عالم سے نکلتا ہے
لقمہ اے طالب تو جان لے کہ مقامات میں اول توبہ
ہے اور آخر حیرت اور بعضوں نے رضا و تسلیم کو آخر
کہا ہے اور حیرت کی جگہ پر قائم کیا ہے اور حیرت دو قسم
کی ہوتی ہے حیرت مذمومہ اور حیرت محمودہ اس کی
تشریح یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا جمال و کمال
حیرت کو مقتضی ہے نہ شک کو اور کبھی حیرت اور شک
میں اشتباہ ہوتا ہے جب یہ بات معلوم ہوئی تو جاننا
چاہیے کہ ذات شئے کی ادراک اور معرفت سے حیرت
پیدا ہوتی ہے بخلاف شک کے کہ اُسکا منشا جہل اور
ناآشنائی ہے اور حیرت حضور میں ہوتی ہے اور شک
غیبت میں اور متحیر آناً فاناً اُسکی حقیقت دریافت کرنے
کے لئے نہایت شوق سے بلندی کی جانب صعود کرتا ہے
اور شاک آناً فاناً بے توجہی کے سبب سے حقیقت دریافت
کرنے سے جہل کی پستی میں گرتا جاتا ہے کہتے ہیں
کہ حیرت دو چیز سے مرکب ہے ایک وجود کا علم دوسرے
کنہ نہ جاننے کا جہل اور شک ان دونوں میں متذبذب
ہے نہ تو جزو علمی پایا جاتا ہے نہ جزو جہلی بلکہ اسکا علم
مشکوک الوجود اور جہل مشکوک الثبوت ہے اس کی حالت
ہمیشہ نفی اور اثبات میں دائر ہے اور حیرت مذمومہ

هیمن شک است وحیرت ممدوحه آنچه مقابل شک
گفته اند حیرت مذمومه نصیب عوام آمده وحیرت
ممدوحه نصیب خواص گشته لقمه انوار که ظاهر میشود
گاه سفید گاه سبز گاه عقیقی و آخر همه سیاهی واین نور
نور جبروت است و باید دانست که اگر نور از طرف
راست متصل کتف ظاهر میشود آن نور کاتب یمین است
واگر غیر متصل است آن نور شیخ ست واگر
از طرف پیش ظاهر شود آن نور محمد رسول الله
علیه الصلوٰة والسلام است واگر از طرف چپ متصل
بجانب یسار ظاهر شود آن نور کاتب یسار است
واگر غیر متصل باشد داند که تلبیس ابلیس ست وکذلک
اگر صورتے از چپ ظاهر شود هم تلبیس ابلیس ست
واگر نور بالا و پس ظاهر شود داند که از ملائکه حفظه است
واگر بلا جهت ظاهر شود ودر ظاهر دهشت آید وبعد
از رفتن حضور نماند داند که تلبیس ابلیس
است واگر در وقت ظهور حضور شود وبعد
از رفتن فراق شود واشتیاق بود داند که
از مطلوب است واگر از بالائے سینه یا
از بالائے ناف ظاهر شود داند که از تلبیس
ابلیس ست واگر از بالائے دل ظاهر شود
داند که از صفائی دل است امّا طالب صادق
هیچ یکے ازین انوار فریفته نباید وانشراح بگیرد
لقمه قوم اختلاف کرده اند که آیا برائے عارف

اسی شک کا نام ہے اور اُسکے مقابل کا نام حیرت ممدوحہ
یعنی حیرت مذمومہ عوام کا حصہ ہے اور حیرت ممدوحہ خواص کیلئے ہے
لقمہ انوار جو ظاہر ہوتے ہیں کبھی سفید ہوتے ہیں اور کبھی سبز
اور کبھی عقیقی رنگ کے اور سب سے اخیر میں سیاہ ظاہر ہوتے ہیں
جو جبروت کا نور ہے۔ جاننا چاہیئے کہ اگر نور داہنی طرف
کندھے کے متصل ظاہر ہو تو وہ نور داہنے کرام کاتب کا ہے
اور اگر کندھے کے متصل نہ ہو تو شیخ کا ہے اور اگر آگے ظاہر ہو
تو وہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور اگر بائیں جانب ملا ہوا
معلوم ہو تو وہ نور بائیں کرام کاتب کا ہے اور اگر ملا نہ ہو تو
جان لے کہ شیطان کا فریب ہے ایسی ہی اگر بائیں طرف کوئی
صورت ظاہر ہو بھی شیطانی فریب ہے اور اگر اوپر یا پیچھے سے
ظاہر ہو تو سمجھ لے کہ یہ نور نگہبان فرشتوں کا ہے
اور اگر نور ظاہر ہو اور کسی جہت میں نہ ہو اور اس سے
خوف پیدا ہو اور زوال کے بعد حضور نہ باقی رہے
تو جان لے کہ شیطان کا فریب ہے۔ اور اگر ظہور کے
وقت حضور ہو اور زوال کے بعد فراق اور
اشتیاق ہو تو جان لے کہ یہ مطلوب کا نور ہے اور
اگر سینہ کے اوپر یا ناف کے اوپر سے ظاہر ہو تو جان
لے کہ یہ شیطان کا فریب ہے اور اگر دل کے اوپر
سے ظاہر ہو تو سمجھے کہ دل کی صفائی کے سبب
سے ہے لیکن طالب صادق کو چاہیئے کہ
ان انوار پر نازاں ہو کر مطمئن نہ ہو جائے۔
لقمہ قوم نے اسمیں اختلاف کیا ہے کہ آیا عارف کیلئے

دوام مشاہدہ مے باشد یا نمی باشد طائفہ رفتہ اند کہ دائم مے باشد وگروہے بجانب عدم دوام میل دارند۔ عارفے میگوید مُشَاهَدَةُ الْاَبْرَارِ بَیْنَ التَّجَلِّیْ وَالْاِسْتِتَارِ وحق اینست کہ ربط قلب واتصال سر وقتیکہ محکم شود متحقق شود بتحقیق وصول زائل نمے شود آرے انوار ومکاشفات گاہ مے باشد وگاہ نمی باشد واینست معنی قول ایشاں اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ وَبَرْقٌ لَامِعٌ +

لقمہ

بدانکہ حاصل می شود در غیبت وبے خودی ومحویت وفنا حالتے کہ تنگ آید شود عبارت ازاں وآنجا حاصل نمی شود غیر احدیت حق تعالیٰ ووجود مطلق سبحانہ وتعالےٰ اگر گوئی کہ وجود مطلق سبحانہ وتعالےٰ ہرگز مدرک نمی شود وآنچہ درحیطۂ ادراک می آید نیست مگر حادث۔ وصورت ذہنی از جملہ عوالم ست وہر عالم حادث است وحادث ووجود مطلق نتواند بود کہ او قدیم است وآنچہ قدم دارد مدرک ما نگردد گوئیم آرے چنین است امر کہ گفتی مگر اینست کہ سالک در فنا

مشاہدہ ہمیشہ رہتا ہے یا نہیں ایک گروہ قائل ہے کہ ہمیشہ رہتا ہے اور دوسرے گروہ کا میلان ہے کہ ہمیشہ نہیں رہتا ایک عارف فرماتے ہیں مُشَاهَدَةُ الْاَبْرَارِ بَیْنَ التَّجَلِّیْ وَالْاِسْتِتَارِ یعنی نیکوں کا مشاہدہ تجلی اور پردہ کے درمیان میں ہے اور حق بات یہ ہے کہ جب ربط قلب اور اتصال سر محکم ہو جائے اور پورے طور سے ثابت ہو جائے تو ہرگز وصول کا زوال نہ ہوگا۔ ہاں انوار اور مکاشفات کبھی ہونگے اور کبھی نہ ہونگے یہی معنی ہیں قول حضرات صوفیہ کے کہ اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ وَبَرْقٌ لَامِعٌ یعنے وقت تیغ بران ہے اور برق درخشان ہے۔

لقمہ غیبت اور بیخودی۔ محویت اور فنا کے وقت میں ایسی حالت پیدا ہوتی ہے جس کا بیان نہیں ہو سکتا اور اُسوقت سوائے احدیت حق تعالےٰ اور وجود مطلق سبحانہ وتعالیٰ کے کچھ ہوتا ہی نہیں اگر کوئی کہے کہ وجود مطلق حق سبحانہ ادراک میں آ ہی نہیں سکتا اور جو کچھ ادراک میں آئے گا وہ حادث ہی ہوگا اور جو صورت ذہن میں آتی ہے وہ بھی عالم ہے اور عالم حادث ہے اور چونکہ وجود مطلق قدیم ہے تو حادث کیسے ہوگا اور جو قدیم ہے وہ ادراک میں نہیں آسکتا میں جواب میں کہوں گا کہ ہاں بات تو وہی ہے جو تم نے کہی ہے اس میں ایک بات یہ ہے کہ فنا کی حالت میں

ذاہل و غافل و عاطل میشود از نسبتیکہ مقتضائے
آں نسبت اثبات دو طرف است منسوب و
منسوب الیہ این فنائے فنا است پس اینجا عدم
ادراک است نہ ادراک عدم و ہمیں منادی است
قول سیدنا ابی بکرن الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
العجز عن درک الادراک ادراک اگر گوئی
پس چہ معنی دارد قول ایشاں شہود الذات و تجلی
الذات و محبۃ الذات و معرفۃ الذات و چگونہ متحقق
می شود این امور گوئیم نتیجہ عرفان وضع ہر شی است
در مرشد او و اعطائے ہر شی حق آں شی پس در ما نحن
بصدد وہ دو امر است یکی ذات بحت خالص ساذج
و یکے امورے کہ ورائے این مرتبہ است پس حق اول
اثبات است و حق ثانی نفی است و حق معرفت در اول
آنست کہ شناختہ نشود اصلاً و حق معرفت در ثانی
آنست کہ شناختہ شود کما ہو پس آنکہ قصد میکند
معرفت در اول و نکرت در ثانی بغایت از کار
دور است پس اثبات حق حق و اثبات باطل
باطل معرفت است و از عدم معرفت بشئے
لازم نمی آید عدم تحقق آں شئے در نفس الامر
پس ذات مقدس او تعالیٰ شانہ مثبت
محقق غیر معروفہ است پس غیبت
از امور درائیہ ذات معنے شہود ذات
است و استتار این امور از بصائر معنی تجلی ذات

وہ نسبت جسکا مقتضا دو طرف منسوب اور منسوب الیہ کا اثبات
ہے اُس سے سالک جس کی توجہ فنا میں ہے بالکل غافل و بیکار
ہو جاتا ہے اسی کو فنار فنار کہتے ہیں پس یہاں پر ادراک کا عدم ہی
نہ کہ عدم کا ادراک اسی معنی کی طرف سیدنا ابی بکر صدیق
کا قول پکار رہا ہے العجز عن درک الادراک
ادراک اگر کوئی کہے کہ پھر حضرات صوفیہ کے اقوال
شہود الذات و تجلی الذات و محبۃ الذات و معرفت الذات
کے کیا معنے ہوں گے اور یہ امور کیونکر پائے جائینگے اسکے
جواب میں ہم کہیں گے کہ عرفان کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر چیز کو
اپنے موقع اور مرتبے پر رکھے اور ہر شئے کے حق کا لحاظ
رہے پس جس بات کے درپے ہم ہیں اسمیں دو امر ہیں ایک
ذات محض خالص سادہ دوسرے ایسے امور جو اس مرتبہ
کے سوا ہیں پس اول کا حق اثبات ہے اور ثانی کا حق نفی
ہے اور اول میں معرفت کا حق یہ ہے کہ قطعاً پہچانا نہ جائے
اور دوسرے میں معرفت کا حق یہ ہے کہ جیسا ہے ویسا
پہچانا جائے پس جو پہلے میں معرفت کا قصد کرے اور
دوسرے میں عدم معرفت کا وہ کام سے دور پڑیگا پس حق
کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرنا معرفت ہے اور کسی شئے
کے عدم معرفت سے یہ لازم نہیں آتا کہ نفس الامر میں اسکا
تحقق ہی نہو پس ذات مقدس حق تعالےٰ ثابت محقق
غیر معروف ہے پس شہود ذات کے یہ معنی ہیں کہ ذات
کے سوا جتنے امور ہیں اُن سب کی غیبت ہو جائے
اور معنی تجلی ذات کے یہ ہیں کہ یہ سب امور بصیرت سے

است و انقطاع محبت ازیں امور معنے محبة
الذات است و نکرة ایں امور معنے معرفت
ذات است و برہمیں قیاس بکن معانی
مضافات ذات را پس معرفت کہ متصور
می شود در آں سبحانہ مگر باسماء و صفات
و افعال و ایں ہمہ نہ بکنہ بل بوجہ زیرا کہ کنہ
شئے را از اشیاء معرفت در آں راہ نیست
چہ کنہ ہر شئے حقیقة الحق ست چہ او سبحانہ
و تعالی حقیقة الحقائق است و حقیقت سبحانہ
و تعالی لا یدرک ہیچ بشر و ملک و جن نبود
پس حقیقت ہمہ مدرک نشود و ایں فی نفسہ
نہایت عرفان است فنعم ما قال من
قال اول العوام آخر الخواص و بدایة
الجہال نہایة العلماء لیکن ے بہ بیں
تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا۔ لقمہ بدانکہ ایں
ہمہ ترتیب اشغال و اذکار و افکار در ترتیب اصطلاحی
است اما ترتیب بہمت موقوف ایں تکاپو نبود
کہ اینجا پیر تخلیہ مرید بر نہج شریعت بقیر باید و امداد
شیخ در حق مرید حاضر یا غائب بہمت باد و بہمت
شیخ ابواب فیوضات بروی مرید مفتوح شود والیا
طریق بس نادر است و اکثر بوالہوسان جویائے
ایں طریق اند کہ کارہائے طریقت و دشوار یہائے
ایں راہ از ایشاں نیاید بنا بر آں چنیں طریق

مستتر ہو جائیں اور محبة الذات کے معنے یہ ہیں کہ ان امور
سے محبت منقطع ہو جائے اور معرفة الذات کے یہ
معنی ہیں کہ ان امور سے ناآشنا ہو جائے انھیں پر
قیاس کر لو ان معانی کو جو ذات کی طرف مضاف ہوں
پس معرفت حق سبحانہ و تعالی کی محض اسماء اور صفات
اور افعال ہی میں ہوتی ہے اسپر بھی بکنہ نہیں بلکہ بوجہ
ہوتی ہے کیونکہ ہر شئے کے کنہ کی معرفت کا راستہ ہی
بند ہے اسوجہ سے کہ ہر چیز کی کنہ حق تعالی کی حقیقت
ہے اسواسطے کہ اللہ تعالی سارے حقیقتوں کی حقیقت ہے
اور اس کی حقیقت کا ادراک کسی بشر اور فرشتے اور جن کا کام
نہیں ہے پس کسی چیز کی حقیقت ادراک میں نہیں آسکتی اور
عرفان کا یہ اعلی مرتبہ ہے پس کسی نے کیا اچھی بات کہی ہے
کہ اول العوام آخر الخواص و بدایة الجہال نہایة العلماء
یعنی عوام کا اول خواص کا آخر ہے اور جہلا کی ابتدا علماء
کی انتہا ہے سے کہاں سے کہاں تک تفاوت ہے سمیں لقمہ
جاننا چاہیے کہ یہ سب ترتیب اشغال اور اذکار اور افعال کی
اصطلاحی ہے مگر ہمت کی ترتیب ان جھگڑوں سے بری ہے
کہ یہاں پیر مرید کا تخلیہ شریعت کے طور پر کرتا ہے اور
مرید کے حق میں شیخ کی مدد حاضر ہو یا غائب ہر ہمت
سے ہوتی ہے اور شیخ کی ہمت سے مرید پر فیض کے دروازے
کھلتے ہیں اور یہ طریقہ ازحد عمدہ ہے اور اکثر نادان اس
طریق کے متلاشی ہیں کہ طریقت کے کام اور اس کی دشواری
ان لوگوں سے نہیں ہو سکتی ہے اسواسطے اس طریقے

را آرزو ے کنند لقمہ بدانکہ بحکم
من لیس لہ الشیخ فشیخہ الشیطان
بر ہر صاحب دل مہم است کہ طلب شیخ نماید
و اینجا این مشکل نماید کہ چوں مبتدی است
امتیاز مصلح از مفسد نتواند کرد و ولی از غیر
ولی جدا نتواند نمود پس بقیاس مصلحان مفسد انرا
نیز مصلح داند یا عکس و در ہر دو شق غلط کردہ
باشد شیخ شرف الدین یحیی منیری قدس سرہ
در حل این مشکل می فرماید کہ عادت
الہی و سنت خداوندی بریں جاریست
کہ ہیچ عصر را از مشائخ و زہاد و عبّاد
و اوتاد و اخیار و نجبا و نقبا و ابدال
و اقطاب و غوث و سائر اہل اللہ
از اہالی جذبات و غیرہم من العاشقین
والمعشوقین خالی نداشتہ و ندارد
و نخواہد داشت۔ پس لابد است
مر طالب صادق را بخدمت مشائخیکہ
بر جادہ این طریق می روند و بایں سیرت
معروف اند مزاولت نماید و
مرآت و کرات مجلس ایشان در یابد
و در ہر بار متفحص دل خود شود کہ از ہجوم
وساوس و ہواجس و انواع
خطرات کہ حادی

کی آرزو کرتے ہیں لقمہ چونکہ صوفی فرماتے ہیں
کہ من لیس لہ الشیخ فشیخہ الشیطان
یعنی جس کا شیخ نہیں ہے اسکا شیخ شیطان ہے اسواسطے
اس کے مطابق ہر صاحب دل پر ضرور ہے کہ شیخ کامل
ڈھونڈھے یہاں پر ایک مشکل ہے کہ مبتدی مصلح اور
مفسد کی تمیز نہیں کر سکتا اور ولی کو غیر ولی سے جدا
نہیں کر سکتا پس اچھوں پر قیاس کرکے مفسد کو
مصلح اور مصلح کو بروں پر قیاس کرکے مفسد جانیگا اور دونوں
صورت میں غلطی میں پڑے گا حضرت شیخ شرف الدین
یحیی منیری قدس سرہ اس مشکل کا حل یوں کرتے ہیں
کہ عادت الہی اور سنت خداوندی اس طور پر جاری
ہے کہ کوئی زمانہ مشائخ اور زہاد اور عباد اور اوتاد اور
اخیار اور نجبا اور نقبا اور ابدال اور اقطاب اور غوث
اور تمام اہل اللہ اور سارے اہل جذبات اور غیر
انکے عاشقین اور معشوقین سے خالی نہیں رہا اور
نہیں ہے اور نہیں رہے گا پس طالب صادق کو ضرور
ہے کہ جو مشائخ کہ اس طریق پر چلتے ہیں اور اس بات
میں مشہور ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مزاولت
اس عمل کی کرے اور مدتوں تک ان حضرات کی
خدمت میں حاضر رہے اور ہر بار اپنے دلکی خبر لیتا رہے
کہ طرح طرح کے وسوسے اور قسم قسم کے خطرات
جو اسکے دل پر جمے ہوئے ہیں کچھ قطع ہوئے یا
نہیں اور انکی مجالس میں بیٹھنے سے کچھ قلب اسکے

دل او بود فی الجملہ نجات دہی یابد وازدام انقلابات
قلب رہائی در مجلسے از مجالس مخصوص می
نماید یا برہمان حالت سابقہ آغشتہ است
اگر بیند کہ فی الجملہ رہائی بدست می آید صحبت
آنرا کہ این دولت از دراو می یابد لازم گیرد
کہ قلت صحبت ہم منتج این نعمت است
اگر مستمر گردد امید بیشتر است واگر ہیچ
تفاوتے در ہیچ حالتے نیابد بداند کہ نصیب من
پیش این شیخ نیست دوائے خود از درِ دیگر
طلب نماید بے آنکہ انکارے در دل
پیدا آرد لقمہ شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر
الجیلانی قدس سرہ فرمودہ کہ ہر کہ قیام نماید
در نصف لیل و وضو بکند و دو رکعت بخواند
و بخواند از قرآن در آن دو رکعت آنچہ خواہد
واللہ تعالیٰ را سجدہ کند والحاح نماید واستغاثہ
کند بجناب او واین دعا بخواند البتہ
خدائے تعالیٰ فتح کند بروے باب وصول
را و دلالت کند ولی از اولیائے خود کہ دلالت
وارشاد نماید بحضرت او تعالیٰ واین
مجرب شدہ است مرات وکرات و دعا
اینست یَارَبِّ دُلَّنِیْ عَلٰی عَبْدٍ مِّنْ
عِبَادِكَ الْمُقَرَّبِیْنَ حَتّٰی یَدُلَّنِیْ عَلَیْكَ وَ
یُعَلِّمَنِیْ طَرِیْقَ الْوُصُوْلِ اِلَیْكَ ومتاخران

انقلابات میں کسی وقت کمی معلوم ہوتی ہے یا بدستور
سابق ہے اگر کچھ خطرات اور وسوسے سے رہائی
معلوم ہو تو صحبت ایسے شخص کی کہ جس کے دروازہ سے
یہ دولت میسر ہوتی ہے غنیمت جانکر لازم پکڑلے کہ تھوڑے
دنوں کی صحبت سے تو یہ نعمت ملی ہے بشرط استمرار بہت
کچھ امید ہے اور اگر کچھ تفاوت اپنی حالت میں نہ پاوے
تو جان لے کہ اس شیخ کے یہاں میری قسمت کا حصہ
نہیں ہے پس اپنی دوا دوسرے دروازہ سے
تلاش کرے اور دل میں اول کا انکار نہ رکھے
لقمہ شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی قدس سرہ
نے فرمایا ہے کہ جو شخص آدھی رات کو اٹھکر وضو کرے
اور دو رکعت نماز پڑھے اور جسقدر قرآن چاہے دو
رکعت میں پڑھے اور بارگاہِ خدا میں سجدہ کرکے عاجزی
و استغاثہ کرے اور یہ دعا پڑھے اللہ تعالیٰ اسپر
ضرور وصول کا دروازہ کھولدیگا اور کسی ایسے ولی کے
پاس پہونچادے گا جو اس کو حق سبحانہ کی طرف پہونچادے
اور بارہا اس دعا کا تجربہ ہو چکا ہے اور وہ دعا یہ ہے
یَارَبِّ دُلَّنِیْ عَلٰی عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِكَ الْمُقَرَّبِیْنَ
حَتّٰی یَدُلَّنِیْ عَلَیْكَ وَیُعَلِّمَنِیْ طَرِیْقَ الْوُصُوْلِ اِلَیْكَ
یعنی اے میرے خدا تو اپنے مقربین بندوں میں
سے کسی بندے کو بتادے تاکہ وہ مجھکو تجھے بتادے
اور تیری طرف پہونچنے کا مجھکو راستہ دکھادے
اور متاخرین گروہ

از شیعۂ شاذلیہ قدس اسرارہم اتحاف صلوٰۃ را
بروصف دوام واستمرار و حضور و تہلیل را
بہمیں دستور مورث وصال شیخ کامل مکمل
داشتہ اند و گفتہ اند پیشوائے مادریں طریق امام
حسن بن علی کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ تعالیٰ عنہما است

وصل اول در اذکار

لقمہ اعلم وفقک اللہ سبحانہ لما یحب
و یرضی طالب صادق چوں بملازمت شیخ کامل
مکمل برائے کسب طریقہ بیاید باید کہ شیخ فرماید
کہ سہ روزہ دارد متواتر و اگر تواند طے کند والا
باندک طعام افطار کند و در ہر روزے کلمہ تہلیل
واستغفار و صلوٰۃ ہر یکے ہزار بار گوید و آخر
شب سوم غسل کردہ پیش شیخ آید و شیخ
بفرماید کہ مرید فاتحہ و اخلاص و آمن
الرسول واستغفار و شہد اللہ تا حکیم
بخواند بعدہ گوید کہ بیعت کردی بریں
ضعیف و خواجۂ ایں ضعیف و خواجگان
خواجۂ ما و پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
و بر حضرت رب العزت و عہد کردی
کہ جوارح را بر نہج شرع مستقیم
داری و دل را بہ محبت خدائے تعالیٰ
دہی۔ دریں وقت دست راست
خود را بر دست راست او نہد

شاذلیہ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ہمیشہ حضور دل
سے درود اور لا الٰہ الا اللہ پڑھتا رہے گا ضرور
اُس کو شیخ کامل ملے گا اور شاذلیہ فرماتے ہیں
کہ ہمارے پیشوا اس طریقہ کے حضرت امام حسن
بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں

پہلا وصل اذکار کے بیان میں

لقمہ اے طالب صادق اللہ سبحانہ و تعالیٰ تجھکو توفیق
دے اُس چیز کی جس سے وہ راضی اور خوش ہے
جان لے کہ جب شیخ کامل کی خدمت میں طریقہ حاصل
کرنے کو حاضر ہو تو شیخ کو چاہیے کہ پے در پے تین
روزے کا حکم دے اور اگر ہو سکے تو بالکل بھوکا رکھے
اور نہیں تو تھوڑا سا کھا کر افطار کرے اور ہر روز ہزار
ہزار مرتبہ لا الٰہ الا اللہ اور استغفار اور درود پڑھتا
رہے اور تیسری شب کو غسل کرکے شیخ کی خدمت
میں حاضر ہو اور شیخ مرید کو حکم دے کہ سورۂ فاتحہ اور
اخلاص اور آمن الرسول بما انزل الیہ الخ اور استغفار
اور شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو حکیم تک پڑھے اُسکے بعد
شیخ کہے کہ تو نے بیعت کی مجھ ضعیف کے ہاتھ پر اور
میرے مشائخ اور مشائخ مشائخ پر اور حضرت پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت رب العزت پر اور تو نے
عہد کیا کہ اعضا کو شریعت مستقیم کے طریقے پر رکھیگا
اور دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں دیگا اور اسوقت
میں اپنا داہنا ہاتھ مرید کے داہنے ہاتھ پر رکھے

لقوله تعالیٰ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ
وطائفه که گرد و پیش نشسته باشند دست
بدامنِ طالب زنند و اگر در مجلس ہجوم زیاده
بود دامن دامن گرفته گیرند ملہم جزءًا و مرید
گوید بیعت کردم و عہد بستم که بر نہج
شرع باشم و دل به محبتِ او دادم بعد
ازاں خرقه بپوشانند و گوید هٰذَا
لِبَاسُ التَّقْوٰی وَذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ
الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ و در خلوت ملائم
حال مرید ذکر تلقین فرماید که غیرے
مطلع نه شود ؂

کسره طریق تلقین این است که یکبار
شیخ گوید مرید بشنود و باز یکبار مرید گوید شیخ
بشنود تا سه نوبت و حواله سازد یعنی چنانچه مرا
از پیران رسیده است من بتو رسانیدم و
مرید قبول کند و امر کند طالب را که بعد ہر نماز
پنجگانه درود ده بار و اخلاص ده بار و شش رکعت
بسه سلام صلٰوة اوّابین گذارد و دو رکعت
بعد این به نیتِ حفظ ایمان بخواند و طریق آنرا
بیان کرده‌ایم در کتاب مرقع و نزد خواب صد بار
تہلیل بخواند و فاتحه بارواح اہل شجرہ خویش میخوانده
باشد کسره بدانکه اذکار را بر مراقبات مقدم باید
داشت و بعضے در اول وہله مراقبه فرمایند و

بدلیل اس آیت کے کہ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْکُمْ
یعنی اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تمہارے ہاتھ کے اوپر ہے اور جو
لوگ گرد و پیش بیٹھے ہوں طالب کا دامن پکڑیں اور ہجوم
زیادہ ہو تو جس شخص نے طالب کا دامن پکڑا ہوگا
دامن دوسرا شخص پکڑے اور پھر اس کا دامن تیسرا اسی
طرح جہاں تک ہوں پھر مرید کہے کہ میں نے بیعت کی اور
اقرار کیا کہ شرع کے طریقہ پر رہوںگا اور خدا کی محبت میں
اپنے دل کو دیا اسکے بعد خرقہ پہنا دے اور پڑھے
ھذا لباس التقوی وذلك خیر والعاقبة للمتقین
پھر مرید کو خلوت میں اس طرح پر کہ غیر کو خبر نہ ہو جو اسکے
مناسب ہو ذکر سکھائے کسرہ تعلیم کا یہ طریقہ ہے
کہ ایک بار شیخ کہے مرید سنے پھر مرید کہے شیخ سنے
اسی طرح تین مرتبہ کرے اور حوالہ کرے یعنی شیخ کہے
کہ جیسے مجھے اپنے پیروں سے پہونچا ہے میں نے
تجھے پہونچایا اور مرید قبول کرے اور طالب کو حکم دے
کہ ہر نماز پنجگانہ کے بعد دس بار درود اور دس بار
اخلاص اور صلوٰۃ اوابین چھ رکعت تین سلام سے پڑھے
اسکے بعد بہ نیت حفاظت ایمان دو رکعت نماز پڑھے اور
اسکا طریقہ ہمنے اپنی کتاب مرقع میں بیان کیا ہے او سونے
وقت لا الٰہ الا اللہ سو بار پڑھے اور اپنے سلسلہ کے
مشائخ پر فاتحہ پڑھکر بخشتا رہے کسرہ جاننا
چاہیئے کہ اذکار کو مراقبہ پر مقدم رکھنا چاہیئے اور
بعضے پہلے ہی وہلہ میں مراقبہ کا حکم دیتے ہیں پس

این نیز رواست اگر استعداد مرید مقتضی آن باشد بلکه طرح مؤنة هر چند بیشتر بهتر اما حق آنست که اولاً بذکر زنگین کنند و بجوشانند و بخروشانند بعد ازان بمراقبه بیرنگ کنند و خموشانند و بیارامانند لیکن در اذکار تفاوت جلی است آنرا که بیر مشغول بدنیا بیند اولاً نفی و اثبات فرمایند و آنرا که اندکے روئے محبت سوئے محبوب دارد اسم جلالیه فرمایند یعنی الله و آنکه در وے معنے اطلاق و بے تعلقی دل با رقت طبع احساس نمایند هُوْ فرمایند وامثال ذلک و پیدا است که هر کدام راسعی وطورے و نمطے مقرر است و درین وصل شرح آن نمائیم بمشیئة تعالی و مقصود ما درین اوراق استقصائے اعداد اذکار و مراقبات نیست چنانچه در کتب بعضے اقسام اذکار با لوف کشیده و انواع مراقبات بمآت مقصود است که بعضے اذکار که خلاصه و لبّ اقسام اذکار باشند و بعضے مراقبات که مختار و مخ انواع مراقبات باشد آنرا بنمائیم که آنکه مالک این مراتب گشت مادون آنرا نیز مالک شده اند بود لقمه ذکر نفی و اثبات چهار ضربی در خلوت تنگ و تاریک مربع بنشیند اگرچه مربع نشستن بدعت است و جلسه متکبران و در جمله اوقات متهیبست الا در وقت ذکر گفتن

اگر مرید کی استعداد اسکے لائق ہو تو یہ بھی روا ہے بلکہ جسقدر محنت زیادہ کرے گا اسقدر بہتر ہو گا مگر حق یہ ہے کہ طالب کو اولاً ذکر سے رنگین کریں اور جوش و خروش میں لاویں اسکے بعد مراقبہ سے دھیما کریں اور سکوت اور آرام دیں لیکن اذکار میں چونکہ تفاوت ہوا کرتا ہے پس جب پیر مرید کو دیکھے کہ دنیا کی طرف متوجہ ہے تو پہلے پہل نفی و اثبات تعلیم کرے اور جس میں کچھ عشق کی بو معلوم ہو اسکو اسم جلالی یعنی اللہ سکھاوے اور جسکی طبیعت میں نرمی ہو اور دل بے تعلق ہو اور آزادی پائی جائے تو اس کو ھُوْ کا حکم دے اسی طرح ہر موقع اور محل کو دیکھ لے کیونکہ ہر کسی کے لئے ایک طریقہ اور طرز اور سعی جداگانہ معین ہے جس کی تفصیل ہم اس وصل میں کرینگے اگر خدا کو منظور ہے اور ان ورقوں میں ہمارا یہ نہیں مقصود ہے کہ مراقبات اور اذکار کی تعداد کو پورا لکھیں جس طرح بعض کتابوں میں ذکر کے اقسام ہزارہا اور مراقبات کے انواع صدہا مندرج ہیں بلکہ یہ مقصود ہے کہ اذکار میں جو لب لباب ہے اور مراقبات میں جو مغز ہے اور مختار ہے اسکو یہاں پر لکھیں کیونکہ جو اسپر قادر ہو جائے گا وہ اسکے نیچے پر بھی قادر ہو گا لقمہ نفی و اثبات چار ضربی کے بیان میں۔ ایک مکان تنگ اور تاریک میں مربع بیٹھے اگرچہ مربع بیٹھنا بدعت ہے اور متکبروں کی نشست ہے سوائے حالت ذکر کے ہر وقت یہ

بیان ذکر نفی و اثبات چہار ضربی

که آنحضرت صلی الله علیه وسلم چون نماز بامداد
گزاردے درمقام خویش بذکر مربع نشستے
تا آفتاب نیک برآمدے۔ وپشت راست
دارد و چشم بربند دو دو دست بر هر دو زانو
نهد و از انگشت نرینه پائے راست با انگشت
متصل آں رگ کیماس جانب چپ محکم گیرد تا
درباطن قلب حرارتے پیدا شود که موجب
تصفیه است و ازیں حرارت چربی که گرداگرد
دل است که محل و مقر خناس گفته اند بگدازد
و وساوس و هواجس کم گردد بعده بیکدل و
یک زبان بذکر مشغول گردد جهر یا خفیه آنچه
مقتضائے وقت وطبع باشد و مراعات کند
شرائط ایں بیت را بیت برزخ وذات
وصفات و مد و شد و تحت و فوق :: حی نماید
طالباں را کل نفس ذوق و شوق :: و شرائط
ایں بیت در ذکر سر پایه نیز مراعات نمایند
اما آنجا بمعنی دیگر و اینجا مقصود اینست که مراد
از برزخ صورت شیخ است و مراد از ذات
وجود مطلق سبحانه وتعالی ومراد از صفات ائمه سبعه که
حیات و علم و قدرت و ارادت و سمع و بصر و کلام اند
و مراد از مد مد کلمه لا اله و مراد از شد تشدید الا الله و
مراد از تحت شروع کلمه لا از سر زانوئے چپ و ایصال
کلمه اله تا کتف راست و آنجا نفس راست

نشست ممنوع ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو اسی مقام میں
مربع بیٹھکر ذکر کرتے یہاں تک کہ آفتاب نکل آتا اور پیٹھ
سیدھی رکھے اور آنکھ بند کرے اور دونوں ہاتھ دونوں زانو
پر رکھے اور داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور اس انگلی سے
جو اس سے ملی ہے بائیں پاؤں کی رگ کیماس کو
زور سے پکڑے تاکہ قلب کے اندر حرارت پیدا ہوجائے
جو تصفیہ کا باعث ہے اور اس حرارت کے باعث
سے وہ چربی جو دل کے گرداگرد ہے اور جس کو خناس کا
محل اور قرارگاہ کہتے ہیں پگھل جاتی ہے اور وسوسے
اور خطرات کم ہوجاتے ہیں اسکے بعد یکدل اور یک
زبان ہوکر بمقتضائے طبیعت اور وقت کے جہر سے
یا آہستہ سے ذکر میں مشغول ہووے اور اس بیت کی
شرائط کی رعایت کرے بیت برزخ و ذات وصفات
و مد و شد و تحت و فوق :: حی نماید طالباں را کل نفس ذوق و
شوق :: مراد برزخ سے شیخ کی صورت ہے اور ذات
سے مراد وجود مطلق سبحانہ تعالے کا ہے اور صفات
سے مراد ساتوں امام ہیں یعنی حیات اور علم اور قدرت
اور ارادہ اور سمع اور بصر اور کلام اور مد سے مراد یہ
ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کھینچے اور شد سے مراد الا اللہ
کی تشدید ہے اور تحت سے مراد ہے آغاز کلمہ
لا کا بائیں زانو کے شروع سے اور پہونچانا کلمہ الہ
کا داہنے مونڈھے تک اور پھر یہاں پر دم کو راست

کردہ لبقوت زدن بر فضائے دل بہ کلمۂ الا اللہ واین مراد است از فوق واین ذکر را نفی واثبات چہار ضربی گویند۔

لقمہ

بدانکہ خطرات چہار اند خطرۂ شیطانی وآں موجب تکبر وغضب وعداوت وحسد وامثال آنست۔ خطرۂ نفسانی وآں موجب شہوۃ طعام وفرج وادخار وزینت وامثال آنست وخطرۂ ملکی وآں موجب عبادات وطاعات برائے مثوبات وامثال آنست وخطرۂ رحمانی وآں موجب اخلاص ومحبت وشوق ومثال آنست پس زانوئے چپ موضع دفع خطرۂ شیطانی است کہ مقر او چپ است وسر زانو راست موضع دفع خطرۂ نفسانیست کہ ہموارہ میان نفس وشیطان مقابلۂ شرکت است دراغوار وکتف راست موضع دفع خطرۂ ملکی است کہ کاتب یمین است وفضائے دل مقر وموضع نصب خطرۂ رحمانی است و چوں ملاحظہ در تفصیل این خطرات موجب تشتت بال وتوزیع حال است پس امر کلی کہ جامع این مراتب باشد تلقین فرمایند پس در اوائل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اے لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ

کر کے فضائے دل پر زور سے کلمۂ الا اللہ کے ساتھ مارنا اور فوق مراد اسی سے ہے۔ اس ضرب کا نام نفی و اثبات چار ضربی ہے اور اس بیت کی شرطوں کو ذکر سہ پایہ میں بھی رعایت رکھنا چاہیئے (مگر وہاں پر کچھ اور مقصود ہے) اور یہاں پر جو بیان ہوا لقمہ جاننا چاہیئے کہ خطرے چار ہیں خطرۂ شیطانی جو تکبر اور غضب اور عداوت اور حسد وغیرہ کا باعث ہے اور جو خطرۂ نفسانی جس سے خواہش طعام اور شہوت فرج اور حرص ذخیرہ اور ہوس زینت وغیرہ پیدا ہوتی ہے اور خطرۂ ملکی جس سے ثواب کے امور جیسے طاعات وعبادات اور اس کی مثل پیدا ہوتے ہیں اور خطرۂ رحمانی جس سے اخلاص اور محبت اور شوق اور اُس کی مثل پیدا ہوتا ہے پس بائیں زانو کا سر شیطانی خطرے کے دفع کا محل ہے کیونکہ بائیں جانب مقام شیطان کا ہے اور داہنی زانو کا سر خطرۂ نفسانی کے دفع کا موقع ہے کیونکہ بہکانے میں ہمیشہ نفس اور شیطان کے درمیان شرکت کے لئے مقابلہ رہتا ہے اور داہنا کندھا خطرہ ملکی کے دفع کا مقام ہے جو داہنا کاتب ہے اور دل کی فضا خطرۂ رحمانی کے رہنے کا مقام ہے اور چونکہ ان خطرات کی تفصیل بیانی میں مرید پراگندہ خاطر اور پریشان حال ہو جائے گا اسواسطے جو امر کلی کہ ان مراتب کے جامع ہوں تعلیم کرے پس اوائل میں لا الٰہ الا اللہ یعنی لا معبود الا اللہ تعلیم کرے اُس کے بعد

لا مقصود ثم لا مطلوب ثم لا موجود بهم
خطرات در جبهٔ این منطمس گردد و این سبب ہیچ در
اول حال تلقین ہمین اخیر احسن میدانند که رفع
مؤنت و کوتاه کردن سفر اقرب بصواب است و این
مراتب را اگر مرید عجمی باشد بهر زبان که داشته باشد
تلقین فرمایند لقمه ذکر دو ضربی دمادم یک ضربش
لا اله است بر کتف یمین و ضرب دوم الا الله بر فضاء
دل و باید که محمد رسول الله سوم یا پنجم یا هفتم یا نهم بار
بگوید و برائے بساطت این ذکر بنسبت چهار ضربے
تفرقه درین کم است لقمه باید که بعد نفی و اثبات
اثبات گوید و بعد اثبات اسم ذات و باید که کلمه
الله را از الا الله بیا بگوید و همچنان الا الله را از
مجموع لا اله الا الله لقمه ذکر تفلقه و آن گفتن کلمه
الله پیوسته من غیر انفصال خفیه دهن کشاده یا
بسته و بعضے حبس نفس درین بکنند و بعضے نکنند
لقمه ذکر سه پایه این ذکر مشابه ابریق است که
او را سه پایه باشد که بوجود یکے قائم نتوان شد اینا
ذکر را سه رکن است یکے اسم ذات دوم ملاحظه
صفات امهات یعنی علیم سمیع بصیر سوم
واسطه که آن را برزخ گویند و شرائط
این ذکر هفت است ٭ بیت ٭
برزخ و ذات و صفات و شد و مد و تحت و فوق
می نماید طالبان را کل نفس ذوق و شوق

ذکر دو ضربی — ذکر تفلقه — ذکر سه پایه

لا مقصود پھر لا مطلوب پھر لا موجود
سارے خطرات اس سے مٹ جائینگے اور رہبر کے نزدیک
پہلے پہل اسکے آخر کا سکھانا اچھا معلوم ہوتا ہے کیونکہ
محنت کی تخفیف اور سفر کا کم کرنا اچھی بات ہے اور اگر
مرید عجمی ہو تو اُسی کی زبان تعلیم کرے لقمہ ذکر
دو ضربی یہ ہے کہ دمبدم داہنے کندھے پر لا آلہ کی
ایک ضرب اور دل کی فضا پر الا اللہ کی دوسری ضرب
ہے اور تین یا پانچ یا سات یا نو بار کہکر ایک بار محمد رسول
اللہ کہے اور چونکہ بہ نسبت ذکر چار ضربی کے اس میں
بساطت ہے اس وجہ سے اسمیں تفرقہ نہیں ہے لقمہ
نفی اور اثبات کے بعد اثبات اور اثبات کے بعد اسم
ذات کہنا چاہیئے اور الا اللہ سے اللہ اور لا الہ
الا اللہ سے الا اللہ زیادہ کہنا چاہیئے لقمہ ذکر تفلقہ
یہ ہے کہ اللہ کا کلمہ آہستہ متصل بلا فصل کے منہ کھولکر
یا بند کر کے کہے بعضے اسمیں حبس نفس کرتے ہیں اور
بعضے نہیں لقمہ ذکر سہ پایہ ۔ یہ ذکر سہ پایہ ابریق
کے مشابہ ہے کہ اگر ایک پایہ نہ ہو تو قائم نہیں ہو سکتا اس
ذکر میں تین رکن ہیں ایک اسم ذات اور دوسرے
اصول صفات یعنی علیم سمیع بصیر کا ملاحظہ تیسرے
واسطہ کہ اس کو برزخ کہتے ہیں اور اس ذکر کی سات
شرطیں ہیں بیت ۔ برزخ و ذات و صفات و شد و
مد و تحت و فوق ٭ می نماید طالبان را کل نفس ذوق
و شوق ٭ یعنی یہ سات صفات ایسی ہیں کہ

برزخ عبارت از واسطہ است چنانکہ گذشت
وذات عبارت از اسم ذات است
یعنی اللہ وصفات عبارت از صفات
امہات یعنی علیم سمیع بصیر وشد عبارت
از تغلیظ تشدید اللہ است ومد عبارت
از تمدید الف اللہ است وتحت عبارت
از انست کہ ہمزہ اللہ را از زیر ناف
شروع کند وفوق عبارت
از انست کہ در دماغ تمام کند وچون
این ذکر را بے حبس نفس نمی
کنند این را بطریق شرطیہ ذکر نکردند
طریقش آنست کہ ہمزہ اللہ را از تحت
ناف بقوت برکشد وتمام دم بسوئے
سینہ بگیرد وقبض دم کند وبدل اللہ بگوید
وباوے سمیع بگوید بتصور معنیش باز اللہ بگوید
وباوے بصیر بگوید باتصور معنیش وباز اللہ
بگوید وباوے علیم بگوید باتصور معنیش واین
را عروج گویند ثم العلیم ثم البصیر ثم السمیع و
این را نزول گویند ثم السمیع ثم البصیر ثم العلیم واین
را عروج ثانی گویند وسر درین انست کہ احاطہ سمیع
کمتر از احاطہ بصیر است واحاطہ بصیر کمتر از احاطہ
علیم است پس سالک در اول حال در مرتبہ عقل وشہادت
است کہ مرتبہ ایست تنگ تر از ہمہ مراتب پس تقدیم

طالبوں میں ہر دم ذوق اور شوق پیدا کرتے ہیں برزخ
مراد ہے واسطے سے جیسا گذر چکا اور مراد ذات سے
اسم ذات اور مراد صفات سے اصول صفات یعنی علیم
سمیع بصیر ہے اور مراد شد سے یہ ہے کہ لفظ اللہ کا
تشدید پورے طور سے ادا کرے اور مراد تمدید سے
یہ ہے کہ اللہ کے الف کو خوب طول دے اور مراد
تحت سے یہ ہے کہ اللہ کے ہمزہ کو زور سے ناف
کے نیچے سے شروع کرے اور مراد فوق سے یہ ہے
کہ دماغ میں تمام کرے اور چونکہ اس ذکر کو بلا حبس
نفس کے نہیں کرتے اسوجہ سے شرطیہ کے طور
پر شعر میں نہیں ذکر کیا اُس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے
ہمزہ کو ناف کے نیچے سے زور سے کھینچے اور تمام
سانس کو سینہ کی طرف لیکر بند کرے اور دل میں اللہ
کہے اور اُسکے ساتھ سمیع کہے اور اُسکے معنے کو تصور
کرے پھر اللہ کہے اور اُسکے ساتھ بصیر کہے اور
اسکے معنی کو تصور کرے پھر اللہ کہے اور اُسکے ساتھ علیم
کہکر اُسکے معنے کو تصور کرے اس کو عروج کہتے ہیں پھر
علیم پھر بصیر پھر سمیع اس کو نزول کہتے ہیں پھر سمیع پھر
بصیر پھر علیم اس کو عروج ثانی کہتے ہیں اسمیں یہ
بھید ہے کہ سمیع کا احاطہ بصیر کے احاطہ سے کمتر ہے
اور بصیر کا احاطہ علیم کے احاطہ سے کمتر ہے پس سالک
اول حال میں عقل اور شہادت کے مرتبہ میں ہے اور
یہ مرتبہ تمام مراتب سے بہت تنگ ہے اسکے بعد سمیع کو

سمیع نماید و چوں ازیں ترقی کند بمرتبہ غیب رسد و آں مرتبہ ایست اوسع تقدیم بصیر نماید و چوں ازیں ترقی کند بمرتبہ غیب الغیب رسد و آں مرتبہ ایست اوسع ترعلیم تصور نماید و باز رجوع نماید و باید دانست اللہ سمیع اللہ بصیر اللہ علیم اللہ علیم اللہ بصیر اللہ سمیع اللہ سمیع اللہ بصیر اللہ علیم یک ذکر است کہ مشتمل است بر دو عروج متوسط النزول و حبس دم آنقدر نماید کہ در دوسہ ذکر یا زیادہ تا دو صد و پنجاہ ذکر تواند کرد تا حرارت در باطن پیدا آید و وسوسات باطنہ کہ تعلق گاہ خناس موسوس است سوختہ گردد و خطرہ بندی رو نماید و محویت غالب آید بدانکہ در تحت فائدہ بسیار و حرج بیشمار است اما بے تحت ذکر ناقص است مہما امکن ازاں چارہ نبود اما باید کہ خود را در حرج بسیار نیندازد و تحت ہم درکار دارد واللہ یعصمک حامی وقت است تفصیل ذکر سہ پایہ آنست کہ مربع بنشیند و بدو انگشت ابہام و سبابہ پائے راست رگ کیماس پائے چپ بگیرد و ناف درون کردہ اندکے میل از فرود ببالا دہد و ہر دو چشم را فرو بندد و احضار برزخ کند و اسم مبارک اللہ از زیر ناف ببالا کشد بشدت تمام و لام دوم را مد طویل

مقدم کرے اور جب اس سے بڑھکر غیب کے مرتبہ میں پہونچے (جو ایک اوسع مرتبہ ہے) تو بصیر کو مقدم کرے اور جب اس سے بڑھکر غیب الغیب کے مرتبے میں پہونچے (جو ایک اوسع ترمرتبہ ہے) تو علیم کو تصور کرے اور پھر رجوع کرے۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ سمیع اللہ بصیر اللہ علیم اللہ علیم اللہ بصیر اللہ سمیع اللہ سمیع اللہ بصیر اللہ علیم ایک ذکر ہے جس میں دو عروج ہیں اور انکے درمیان میں ایک نزول ہے اور اسقدر حبس دم کرے کہ دو تین ذکر یا ڈھائی سو تک کر سکے تاکہ باطن میں حرارت پیدا ہو جائے اور وسوسات باطنہ جو خناس کے وسوسے کے محل ہیں جل جائیں اور خطرہ بندی ظاہر ہونے لگے اور محویت غالب آجائے۔ جاننا چاہیئے کہ تحت میں بہت سے فائدے ہیں اور حرج بھی بہت ہیں مگر بے تحت کے ذکر ناقص ہے اور بلا اسکے چارہ بھی نہیں ہے مگر ذاکر کو چاہیئے کہ اپنے کو بہت حرج میں نہ پڑنے دے اور اسکو کرتا جائے اور خدا سے حفاظت طلب کرتا جائے کہ اس سے بچا دے گا ذکر سہ پایہ کی تفصیل اسطرح ہے کہ مربع بیٹھکر داہنے پاؤں کے انگوٹھے اور سبابہ سے بائیں پاؤں کی رگ کیماس کو مضبوط پکڑے اور ناف کو اندر کرکے ذرا نیچے سے اوپر کی جانب کرے اور دونوں آنکھوں کو بند کرے اور شیخ کی صورت کو دل میں حاضر کرکے اسم مبارک اللہ کو ناف کے نیچے سے سختی سے اوپر کو کھینچے اور دوسرے لام کے مد کو بہت

تفصیل ذکر سہ پایہ

دهد و یا لفظ الله سمیع بعده بصیر بعده علیم
ملاحظه کند و این را در کتب مشائخ نزول نوشته
اند اما مختار فقیر آنست که بالا نوشته شد جهت
سببی که آنجا مفصل مذکور است و چون سعی
نموده کار بجائی رساند که بیک نفس دو بیست
و پنجاه بار لفظ الله با سه اسم مذکور بشرائط
مذکوره ادا نماید بآن سه صفت پنج صفت
دیگر اعنی دائم قائم حاضر ناظر شاهد اضافه
فرماید و چون این نیز بعروج و نزول در یک
نفس بر دو بیست و پنجاه رسد و از انوار هر یک
بهره مند شود بآن صفات هفت صفات
دیگر که آنها را ائمه سبعه خوانند اضافه نماید
چون درین استقامت یافت صفات
مرکبه زیاده کند چون اکرم الاکرمین و
ارحم الراحمین و اجود الاجودین و ذو الفضل
العظیم و رب العرش العظیم لقمه در مشرب
شطارا اسم ذات بزبان یا بدل بگوید و ملاحظه
اسماء صفات یعنی سمیع و بصیر و علیم در خیال
دارد و برزخ شیخ پیش نظر گیرد و مد و شد کند
و از زیر ناف آغاز کند و تا ارک ساند در یکدم
یک بار در محاربه صغیره و در یکدم صد بار در
محاربه کبیره چون درین صفات استقرار
یافت صفات دیگر گوید و عروج و نزول

طول کرے اور اللہ کے لفظ کے ساتھ سمیع کو اسکے بعد
بصیر کو اسکے بعد علیم کو معنے کا لحاظ کرکے ملاوے مشائخ
کی کتابوں میں اسکو نزول لکہا ہے مگر میرے نزدیک
مختار وہ ہے جو اوپر گذرا اور اسکا سبب بھی اوپر بیان
ہو چکا اور جب محنت کرتے کرتے یہانتک نوبت پہونچے
کہ ایک سانس میں ڈھائی سو بار ان تینوں اسموں کے
ساتھ مع شرائط ادا کرنے لگے تو ان تینوں صفات کے
ساتھ اور پانچ صفات یعنی دائم قائم حاضر ناظر شاہد
بھی ملاوے اور جب یہ بھی عروج اور نزول میں ایک
سانس میں ڈھائی سو مرتبے تک پہونچ جائے اور
ہر ایک کے انوار سے بہرہ مند ہو جائے تو ان صفات
کے ساتھ اور صفات جن کو سات امام کہتے ہیں ملاوے
اور جب یہ بھی پوری ہو جائیں تو صفات مرکبہ جیسے اکرم
الاکرمین اور ارحم الراحمین اور اجود الاجودین اور ذو الفضل
العظیم اور رب العرش العظیم ملاوے
لقمہ شطاری طریقہ میں اسم ذات زبان سے یا
دل میں کہے اور اسماء صفات یعنی سمیع بصیر علیم
کو خیال میں جماوے اور شیخ کی برزخ کو نظر
کے سامنے رکھے اور مد و شد کرے اور ناف
کے نیچے سے شروع کرے اور سر کے تالو تک
پہونچاوے حملہ صغیر میں ایک سانس میں ایک بار اور حملہ
کبیر میں ایک سانس میں سو بار پھر جب ان صفات کو حاصل
کر لیا تو دوسری شروع کرے اور عروج و نزول کی

مراعات نماید و در محاربۂ کبیرہ دم گرفتہ بشدت
تمام با ملاحظۂ واسطہ ذکر گوید تا بیخودی و بیہوشی
آرد آنچہ بگرسنگی بسیار و بیداری بیشمار
حاصل می شود باین در اندک حاصل می شود

لقمہ

ذکر شش ضربی و چہار ضربی۔ ذکر اللہ شش
ضربی و چہار ضربی نیز گویند شش ضربی آنست
کہ ہر ضربے در جہتے زندو چہار ضربی آنست
کہ مستقبل قبلہ نشیند و مصحف پیش روئے
خود دارد و یا قبر بزرگے ضرب اول بر چپ و
ضرب دوم بر راست و ضرب سوم بر مصحف
و ضرب چہارم بر دل زندو مستغرق ذکر و کشف
معنے قرآن و حال اہل قبور گردد اما
بملاحظۂ واسطہ نماید کہ بے آن فائدہ ندارد

ذکر شش ضربی و چہار ضربی

لقمہ

ذکر حدادی۔ کلمۂ لا الٰہ از طرف چپ باید ملاحظہ
شروع کند و بر ہر دو زانو ایستادہ شود و کلمۂ
الا اللہ با قوت تمام و ضرب شدید بر قضائے
دل زند و بنشیند چنانچہ حداد بر دو دست چکش
بر آہن محکم میزند ہم برین نہج بکند تا ذوق دہد از
امام ابو حفص حداد منقولست و درین مشقت بسیار است

ذکر حدادی

لقمہ

پاس انفاس کلمۂ لا الٰہ را با دم بیرون گزارد و کلمۂ الا اللہ

پاس انفاس

رعایت کرتا رہے اور حملہ کبیرہ میں شیخ کی صورت کا تصور
کرکے خوب زور سے دم بند کرکے ذکر کرے یہانتک
کہ بیہوشی اور بیخودی طاری ہو جائے اور جو مقصود کہ
بہت بھوکے رہنے اور کثرت سے بیداری کرنے سے
حاصل ہوتا ہے اسمیں تھوڑے زمانہ میں حاصل ہوگا
لقمہ۔ ذکر شش ضربی و چار ضربی کا بیان۔ اللہ
کے ذکر کو شش ضربی اور چار ضربی بھی کہتے ہیں
شش ضربی یہ ہے کہ ہر چھ جہت میں ہو اور چار ضربی
یہ ہے کہ قبلہ رو بیٹھکر مصحف یا کسی بزرگ کی قبر سامنے
رکھے پہلی ضرب بائیں طرف اور دوسری ضرب دائیں
طرف اور تیسری ضرب مصحف پر اور چوتھی ضرب دل پر مارے
اور ذکر میں مستغرق ہو اور معنی قرآن اور اہل قبور کے
حال کا انکشاف چاہیئے اس میں شیخ کی صورت کا
تصور ضرور ہے بغیر اسکے فائدہ حاصل نہ ہوگا
لقمہ ذکر حدادی کا بیان۔ کلمۂ لا الٰہ کو کشش اور تصور
شیخ کے ساتھ بائیں طرف سے شروع کرے اور دونو
زانو کے بل کھڑا ہو جائے اور کلمۂ الا اللہ کو خوب زور
سے ضرب شدید کے ساتھ دل کی فضا پر مارے اور بیٹھ
جائے جیسے لہار دونوں ہاتھ سے ہتوڑا لوہے پر زور
سے مارتا ہے اسی طریقہ پر کرتا رہے تاکہ ذوق پیدا
ہو جائے اسمیں محنت بہت ہے اور امام ابو حفص حداد
سے منقول ہے لقمہ پاس انفاس کا بیان
کلمۂ لا الٰہ کو دم کے ساتھ باہر نکالے اور کلمۂ الا اللہ

ارا بادم بالا کشد وبدم ذاکر باشد ونظر پیوستہ در
بست وکشاد بر ناف دارد چنداں ذکر کند کہ
دم ذاکر در خواب وبیداری ذاکر گردد وعمر ذاکر
بریں ذکر دو چنداں گردد لقمہ گاہ باشد
کہ پاس انفاس بکلمہ اللہ بکنند وسند او اینست
کہ ضم ہائے اللہ را باشباع خوانند تا واو
ازو متولد شود ودر وقت مد نفس لا بدم گویند
یعنی دم لسان دل باشد ودر وقت جزر نفس
ھو بدم گویند بہمان معنی ودر ذکر پاس انفاس
برابر است کہ ذکر لا الہ الا اللہ باشد یا ذکر
اللہ اگر صورت از خیشوم پیدا شود آں را
آرہ بینی گویند واین شورش وسوزش بسیار
آرد لیکن بدماغ حرارت وخشکی رساند خیشوم و
دماغ را بروغن بادام چرب کردہ باشند
واین ذکر را بہ کمال رسانند وکمالش آنست
کہ بے شعور واختیار ذاکر دم ذاکر باشد واگر
شخصے سادہ را کہ ہنوز لوح دل او از نقوش
اذکار وافکار منقش نگشتہ باشد پیش روئے
خود زانو بزانو بنشاند وگوید کہ زنخ را بر سینہ نہد
وکمر را بطرف شکم کج کند وسینہ پیش برآوردہ
بنشیند وچشم بر بندد ومرشد احساس نفس او
بکند وقت فرو بردن او دم خویش مرشد دم خود
بردم وے سرد ہد ووقت برآوردن او دم خود را مرشد

کو دم سے کے ساتھ اوپر کو کھینچے اور دم سے ذکر کرے اور
ہر وقت بست وکشاد میں نظر ناف پر رکھے اور اتنا ذکر
کرے کہ جس سے دم خواب اور بیداری میں ذاکر ہو جائے
اس ذکر سے ذاکر کی عمر دوگنی ہوتی ہے لقمہ
کبھی پاس انفاس لفظ اللہ سے ہوتا ہے اس کا طریقہ
یہ ہے کہ اللہ کے ہا کو پیش پڑھیں اس طرح کہ اس میں واو
پیدا ہو اور سانس کھینچنے کے وقت لا بسانس سے کہے
گویا وہ سانس دل کی زبان سے ہے اور سانس نکلتے
وقت ھو سانس سے کہے وہی معنی خیال کرکے اور پاس
انفاس میں چاہے لا الہ الا اللہ کا ذکر کریں یا اللہ کا اگر
ناک کی راہ سے آواز پیدا ہو تو اسکو ناک کا آرہ کہتے
ہیں اس سے بہت شورش اور سوزش اور دماغ
میں بہت حرارت اور خشکی پیدا ہوتی ہے تو ناک اور
دماغ پر روغن بادام استعمال کرتے رہیں اور اس
ذکر کو کامل کریں اور اس کا کمال یہ ہے کہ بےخبری کی
حالت میں ذاکر رہے اور اگر کسی سادہ شخص کو
جس کے دل پر اذکار اور افکار کا اثر نہیں پڑا ہے
مرشد اپنے سامنے زانو بزانو بٹھادے اور کہے کہ ٹھوڑی
کو سینے پر رکھے اور کمر کو پیٹ کی جانب اور سینہ ابھار
کر بیٹھے اور آنکھ بند کرے اور اس کے نفس کو
مرشد دریافت کرتا رہے۔ جب مرید اپنا سانس
اندر کھینچے تو مرشد اپنے سانس کو اس کے سانس پر
چھوڑے اور جب اس کا سانس باہر نکلے تو مرشد

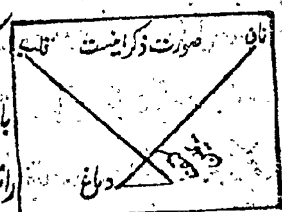
دم خود درکشد چون باین طریق مشغول شود
یکبارگی نعرۂ از مسترشد برآید و ذکر لا آلہ الا اللہ و
یا ذکر اللہ ہر چہ مرشد را مقام غالب بود از زبان
دوم جاری شود کہ مردم ازین در حیرت باشند
و آنقدر سخت غالب آید کہ از گرمی آن خون از
بینی و گوش مسترشد برآید و این را ذکر سینہ
بسینہ می گویند کہ بے واسطۂ زبان تعلیم او
کنند اما مسترشد شاغل باشد خصوصاً شغل
مراقبہ کہ با حبس نفس نماید تدبیر مرشد ہیچ
در وا اثر نہ نماید کہ او نفس خویشتن در خود ور زیدہ
است بلکہ گاہ باشد کہ اثر بیخودی مشاغل ہجوم
بر مرشد نماید کہ از فکر تدبیر معطلش سازد و این
قسم در مجلسے بر من بے ہیچ رفتہ و صورت
مجلس منعکس گشتہ لقمہ ذکر کشف الروح

ذکر کشف الروح

آیَ رُوۡح کَانَ فِی اَیِّ مَکَانٍ کَانَ
اول بست و یکبار یا رب بگوید پس بگوید یا
روح الروح و ضرب بر دل زند پس سر بالا
کند گوید یا روح ما شاء اللہ چون از ذکر فارغ
شود توجہ مطلوب کند پس آن روح حاضر شود در
خواب یا بیداری اگر دو ہزار بار کند زود مقصود رسد
حضرت سید گیسو دراز این را از حضرت خواجہ نصیر الدین
چراغ دہلی قدس سرہما یافتہ اند لقمہ و بعضے اختصار
کلمہ طیبہ کنند ھُو ھُو ضرب اول بر ابتدا ضرب

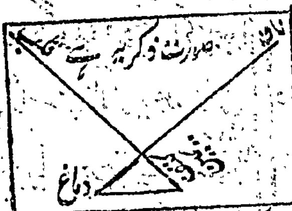
اپنا سانس اندر کھینچے جب اس طریقے کو کرتا رہیگا تو
یکایک مرید میں شورش پیدا ہو جائیگی اور مرشد کا جو
مقام غالب ہوگا خواہ ذکر لا آلہ الا اللہ ہو یا ذکر اللہ کا
وہ مرید کی زبان اور سانس سے جاری ہوگا جس سے
لوگوں کو حیرت ہوگی اور اسقدر غلبہ ہوگا جسکی گرمی سے
مرید کے کان اور ناک سے خون جاری ہوگا اسکو
ذکر سینہ بسینہ کہتے ہیں کیونکہ اس کو بلا ذریعہ زبان
کے سکھاتے ہیں لیکن اگر سیکھنے والا ذکر میں
مشغول ہو خصوصاً اُس مراقبہ میں جس میں حبس نفس
کرتے ہیں تو شیخ کی تدبیر کچھ کارگر نہ ہوگی کیونکہ اس
نے حبس دم کر لیا ہے بلکہ اُس کی بیخودی کا اثر مرشد
پر پڑ جائیگا جس سے وہ اپنی تدبیر سے بیکار ہو جائیگا
چنانچہ ایسا ہی واقعہ ایک مجلس میں مجھ پر گذرا جس سے
مجلس کی صورت برعکس ہوگئی۔ لقمہ ذکر کشف
روح سے کوئی روح ہو اور جہاں ہو۔ پہلے اکیس مرتبے
یارب کہے پھر یا روح الروح کہے اور دلپر ضرب
مارے پھر سر اُٹھا کر یا روح ما شاء اللہ کہے جب
ذکر سے فارغ ہو تو مطلوب کی طرف متوجہ ہو پس
خواب یا بیداری میں وہ روح حاضر ہوگی اور اگر دو ہزار
مرتبے یہ عمل کرے جلد مقصود حاصل ہو حضرت سید
گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے اسکو حضرت خواجہ نصیر الدین
چراغ دہلی سے سیکھا ہے لقمہ بعضے کلمہ طیب کا اختصار
کرتے کہ ھُو ھُو کہکر پہلی ضرب داہنی جانب اور دوسری

دوم بر چپ و ضرب سوم بر دل لقمہ ذکر کشف
قبور۔ نزدیک قبر بنشیند و سر بالا کند جانب آسمان
و گوید الکشف لی یا نور پس ضرب بر دل کند و بگوید
الکشف لی پس ضرب بر قبر مقابل روئے میت
کند پس گوید عن حالہ حال میت معلوم میشود علانیہ
یا در خواب لقمہ ذکر اجابۃ الدعوات ضرب
برابط کند اول بر راست گوید یا رب پس چپ گوید یا رب
پس بر دل گوید یا رب پس بیا رمتکلم گوید کہ لک این
ذکر بسیار گوید و چون خواہد کہ تمام کند دو دست بالا
کند و بگوید یا ربی و بر روئے خود فرود آرد و در
دل حضور مراد و مقصود باشد ابلغا کان قیل این از اذکار
شیخ الحقیقہ شیخ محی الدین ابن عربی است لقمہ
اصل در سلسلہ نقشبندیہ این ذکر است کہ الصاق کند زبان
را بحنک و حبس بکند و شروع بکند از کلمہ لا در حالتیکہ
ابتدا کنندہ است از ناف و کشندہ است آن را بجانب
دماغ بعد ازان میل دہد کلمہ الٰہ بجانب کتف یمین و بہ
الا اللہ بجانب یسار پس بضربے قوی بر فضائے دل زند
بحیثیتے کہ آثار ضرب در سائر جسد ظاہر شود و صورت این ذکر
چنین پیدا شود کہ در خطوط محسوس نمائی و این صورت



کلمہ لا است پس
باین صورت ذاکر خود
را نیست و نفی کند و
حق را ثابت نماید و بلسان قلب گوید الٰہی انت مقصودی و رضائی

بائیں جانب اور تیسری دل پر مارتے ہیں لقمہ ذکر
کشف قبور۔ قبر کے پاس بیٹھے اور آسمان کی طرف منہ
کر کے الکشف لی یا نور کہہ کر دل پر ضرب مارے اور الکشف
لی کہہ کر مردہ کے منہ کے مقابل میں قبر پر ضرب مارے
اور عن حالہ کہے علانیہ یا خواب میں میت کا حال معلوم
ہو جائیگا لقمہ ذکر دعا قبول ہونیکے لیے یا رب کہہ کر
داہنی بغل پر مارے پھر یا رب کہہ کر دل پر اس کے بعد
یا ربی اسی طریقہ سے کہے اور یہ ذکر بہت کرے جب
پورا کرنا چاہے تو دونوں ہاتھ اٹھا کر یا ربی کہہ کر منہ پر پھیرے
اور جو مقصود ہو دل میں حاضر رکھے یہ ذکر حضرت شیخ
محی الدین عربی سے منقول ہے لقمہ اصل ذکر
سلسلہ نقشبندیہ میں یہ ہے کہ زبان تالو میں لگا دے
اور حبس دم کرے اور ناف سے کلمہ لا کو شروع کرکے
دماغ میں پہونچائے اسکے بعد مائل ہو کلمہ الٰہ کے
ساتھ داہنے کندھے کی طرف اور الا اللہ کے ساتھ
بائیں کندھے کی طرف اور قوی ضرب دل پر مارے
جس سے آثار سارے بدن پر ظاہر ہو جائیں اور یہ ذکر
اس طرح کرے جیسا ایک خط میں ہے جسکی صورت کلمہ
لا کی سی ہے پس اس ذکر کی صورت کے موافق ذاکر اپنے کو



نابود اور حق کو
ثابت کرے اور
دل کی زبان
سے کہے الٰہی انت مقصودی و رضائی

مطلوب نی دمی باید کہ بظاہر سالک ہیچ حرکتے در ین
نفی واثبات محسوس نشود و در حبس وتار از کار نماید
و در نوبت نہ کہ تسریح نفس خواہد کرد محمد رسول اللہ
بزبان قلب بگوید واثر این ذکر اینست کہ منفی
گردد بہ نفی ومثبت باثبات و چون عدد ذکر متجاوز
از بست و یکبار شود واثر آن برو مترتب نگردد و
بیخودی ومحوبیت رو نہ نماید پس از سر گیرد کہ در
شرط خطا کردہ باشد والا این ذکر جالب اثر خود است

لقمہ نفی واثبات دوضربی یا چہارضربی آغاز
نماید و در راست پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام را
تصور کند و در چپ پیر خود را تصور کند و در پیشگاہ
دل حضرت عزت سبحانہ جل شانہ تصور نماید و
نزد بعضے پیش رو ما بین طرفین حضرت وجود مطلق
کند لقمہ ذکر دفع مرض راست گوید یا احد چپ گوید یا صمد
بر دل گوید یا ودود لقمہ بعد نفل عشا ذکر یا وہاب ہفتاد
بار بگوید احتیاج دنیاوی دفع شود و دوگانہ اول اینجا
باید خواند و در ہر رکعتے بعد از فاتحہ اخلاص یازدہ بار
بخواند لقمہ ذکر مشی اقدام رفتن قدم بہ قدم اگر شتاب
میرود در ہر گامے الا اللہ الا اللہ گوید و اگر آہستہ میرود
در وضع پاے راست لا گوید در وضع پاے چپ
الٰہ گوید باز در وضع پاے راست الا گوید در وضع
پاے چپ اللہ گوید و اگر میانہ رود در ہر قدمے اللہ اللہ گوید لقمہ
مجموع کلمہ لا الٰہ الا اللہ ذکر ناسوتی است و الا اللہ ملکوتی است و اللہ

(حاشیہ: لقمہ نفی واثبات — ذکر دفع مرض)

مطلوب ہی اس نفی واثبات میں سالک کے ظاہر میں
حس وحرکت نہ ہونا چاہیے اور اسمیں ذکر متواتر کرنا ہے
اور ختم کے وقت دلکی زبان سے محمد رسول اللہ کہے
اس ذکر کا یہ اثر ہے کہ نفی سے منفی ہوتا ہے اور اثبات
سے ثابت اور جب اکیس بار سے زیادہ ہو اور اُسکا
اثر نہ معلوم ہو اور بیخودی اور محوبیت نہ ظاہر ہو تو پھر
شروع سے کرے کہ کسی شرط میں چوک ہو گئی ہے
ورنہ یہ ذکر ضرور اپنا اثر دکھاتا لقمہ نفی اور اثبات دو
ضربی یا چارضربی شروع کرے اور داہنی طرف پیغمبر علیہ
الصلوۃ والسلام کا اور بائیں طرف شیخ کا اور دل کے سامنے
حق تعالیٰ کا تصور کرے اور بعضوں کے نزدیک منہ
کے سامنے حضرت وجود مطلق کا تصور کرے لقمہ ذکر
دفع مرض کا یا احد داہنی طرف اور یا صمد بائیں طرف
اور یا ودود دلپر کہے لقمہ عشا کے بعد نفل سے فارغ
ہو کر ستر بار یا وہاب کہے اس سے دنیاوی حاجات
دفع ہونگی اسکے پہلے دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت
میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھے لقمہ
ذکر مشی اقدام کا (یعنی چلتے ہوئے ذکر کرنا) اگر جلدی
چلے تو ہر قدم پر الا اللہ الا اللہ کہے اور اگر آہستہ چلے
تو داہنا قدم اُٹھاتے وقت لا کہے اور بایاں اُٹھاتے
وقت الٰہ پھر داہنے پر الا اور بائیں پر اللہ کہے اور متوسط
چلے تو ہر قدم پر اللہ اللہ کہتا جائے لقمہ مجموعہ کلمہ
لا الٰہ الا اللہ ذکر ناسوتی ہے اور الا اللہ ملکوتی اور اللہ

جبروتی است و هُو لاهوتی است لقمه ذکری
چند است که بسینه بسینه رسیده ونمی فرمایند
این اذکار را مگر در اواخر حالِ مریدان بعد
از آنکه ریاضات ومجاهدات نموده واربعینات
برآورده باشند وتصفیهٔ تام حاصل نموده
باشند منها ذکر معیت یا معی یا معی یا هُو یا هُو
در مدتِ کمی مشاهدهٔ ذاتیه وصفاتیه پیدا گردد
وسند وے اینست که بنشیند بقعدهٔ صلوٰة مگر
اینکه بیرون کشد هر دو قدم را از زیرِ هر دو سرین
وبنهد سرینهاے خود بر زمین ومحکم بگیرد بدست
راست بازوے چپ وبدست چپ بازوے
راست وبه پنج ضرب این کلمات بگوید ضرب
اول میان قدمِ راست وزانوے راست
وضربِ دوم بسوے آسمان ضرب سوم
میان قدم چپ وزانوے چپ ضرب
چهارم بر جگر ضرب پنجم بر قضاے دل بشدت و
قوت با حضور آنکه هُو اشارت است با حدیث مطلقه
لیس کمثله شئی واولی آنست که در ایام این ذکر
غذاے ذاکر شیر باشد واگر زعفران با شیر
ممزوج کنند نیکو باشد واکثر حال عطریات
استعمال بکنند وگاه باشد که اقتصار بکنند بر همین
سه کلمه هو هو یا معی وسند نشستن بحال است مگر آنکه
هو هو ضرب با آسمان کند ویا معی بجانب

جبروتی ہے اور ہُو لاہوتی ہے لقمہ چند ذکر ہیں جو
سینہ بسینہ پہونچتے ہیں جب مریدین ریاضات اور
مجاہدات اور چلہ کشی کرکے پورا تصفیہ حاصل کر لیتے ہیں
اور انتہا کو پہونچتے ہیں تب مرشدین اس ذکر کو تعلیم
کرتے ہیں (ان میں سے ایک ذکر معیت ہے) جب
ذاتی اور صفاتی مشاہدہ میں کمی ہو تب یا معی یا معی یا معی یا
ہُو یا ہُو یا ہُو تعلیم کرتے ہیں اس کا یہ طریق ہے کہ جیسے
نماز میں بیٹھے ہیں اس طرح بیٹھے مگر دونوں قدم سرین
سے باہر نکالے رہے اور دونوں سرین زمین پر رکھے
اور داہنے ہاتھ سے بایاں بازو اور بائیں ہاتھ سے
داہنا بازو خوب مضبوط پکڑ لے اور پانچ ضربات سے
ان کلمات کو کہے پہلی ضرب داہنے قدم اور داہنے
زانو کے درمیان میں اور دوسری ضرب آسمان کی طرف
اور تیسری ضرب بائیں قدم اور بائیں زانو کے درمیان
میں اور چوتھی ضرب جگر پر اور پانچویں ضرب قضائے
دل پر خوب زور اور قوت سے مارے اور خیال کرے
کہ ہُو سے مراد احدیت مطلقہ ہے کہ جسکا مثل کوئی نہیں
ہے اور اس ذکر کے ایام میں دودھ کا استعمال
رکھے اگر اس میں زعفران بھی ملا دے تو اور بہتر ہے
اور عطریات کا استعمال اکثر رکھے اور کبھی تین ہی کلمہ
اس ذکر کو اقتصار کرتے ہیں اور ہو ہو یا معی کہتے ہیں
اور ان کی نشست بھی مثل سابق کے ہے مگر اتنا فرق
ہے کہ ہو ہو کی ضرب آسمان کی طرف اور یا معی

ومنہا ذکر کلیہ

دل زند ومنہا ذکر کلیہ است بک الکل منک
الکل الیک الکل یا کل الکل و در جائے فقیر چنین دیدہ
است اللھم انت الکل ومنک الکل وبک
الکل ولک الکل والیک الکل وکل الکل بمشاہدۂ
ذات و صفات میرساند سنداو آنست کہ
مربع بنشیند و پیش ضربے بزند و بر یمین ضربے
وبشمال ضربے وبسوئے آسمان ضربے یا بر
قلب ضربے ومنہا ذکر احاطہ است یا محیط

ومنہا ذکر احاطہ

ظھرا وبطنا مورث مشاہدہ است سنداو
اینست کہ وقت ظھرا چشم بکشاید و وقت بطنا
چشم بربندد ومنہا ذکر محو الجہات است انت

ومنہا ذکر محو الجہات

فوقی انت تحتی انت امامی انت خلفی
انت یمینی انت شمالی انت فی وانا مع
الجہات فیک اینما تولوا فثم وجہ اللہ
سنداو اینست کہ برخیزد و روئے سوئے عرش
کند و گوید انت فوقی و بجانب طبقات ارض
بگرود و بنشیند و گوید انت تحتی و بگرداند روئے
سوئے پیش و گوید انت امامی باز بگرداند سر بجانب
پس بگوید انت خلفی و ہمچنیں دست راست و
دست چپ ضرب بزند بر دل و گوید انت فی و برخیزد
و گرد بگردد و گوید انا مع الجہات فیک اینما تولوا فثم وجہ اللہ

ومنہا ذکر تجلی انانیت

ومنہا ذکر تجلی انانیت انی انا اللہ لا الہ الا انا بعد از
نماز تہجد بگوید صد بار و سندش اینست کہ بردارد سر بجانب آسمان

کی دلبر کرتے ہیں **دوسرا ذکر کلیہ** ہے وہ یہ ہے
بک الکل منک الکل الیک الکل یا کل الکل اور
میں نے دوسرے مقام پر یوں دیکھا ہے اللھم انت
الکل ومنک الکل وبک الکل ولک الکل والیک
الکل وکل الکل اس ذکر سے ذات اور صفات
کا مشاہدہ ہوتا ہے اُس کا یہ طریقہ ہے کہ آگے ایک
ضرب اور داہنے ایک ضرب اور بائیں ایک ضرب
اور آسمان کی طرف ایک ضرب یا دلپر ایک ضرب مارے
تیسرا ذکر احاطہ ہے وہ یہ ہے یا محیط ظھرا
وبطنا یہ ذکر مشاہدہ کا باعث ہے اس کا طریقہ یہ ہے
کہ ظھرا کہتے وقت آنکھ کھولے اور بطنا کہتے وقت
آنکھ بند کرلے **چوتھا ذکر محو الجہات** ہے وہ یہ ہے
انت فوقی انت تحتی انت امامی انت خلفی
انت یمینی انت شمالی انت فی وانا مع الجہات فیک
اینما تولوا فثم وجہ اللہ اُس کا طریقہ یہ ہے کہ اُٹھکر
عرش کی طرف منہ کرے اور انت فوقی کہے پھر زمین کی
طرف دیکھے اور بیٹھکر انت تحتی کہے پھر آگے منہ کرکے
انت امامی کہے پھر پیچھے پھر کر انت خلفی کہے اسیطرح
داہنے اور بائیں پھر دلپر ضرب مار کر انت فی کہے اور
اُٹھکر گھوم کر انا مع الجہات فیک اینما تولوا فثم وجہ اللہ
کہے اور **پانچواں ذکر تجلی انانیت** ہے وہ یہ ہے
انی انا اللہ لا الہ الا انا تہجد کی نماز سے فارغ
ہوکر سو مرتبہ اسکو کہے اسکا یہ طریقہ ہے کہ آسمان کی

وبگوید الی انا اللہ وبگردانند سر خود بجانب بازوے راست وگوید لا آلہ وبشدت بر فضاے دل زند وبگوید الا انا ودر ہمہ این اذکار خمسہ تصور معانی وتصور پیر رخ شرط است منہا حضرت شیخ شکر گنج قدس سرہ بزبان پنجابی ذکر کردہ اند۔ انہوں توں (جانب علویات اشارت است) راہوں توں (جانب سفلیات اشارت است) توہین توں جانب اطلاق

لقمہ بدانکہ بعد ختم مجلس ذکر سہ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ بگوید وایں دعا بخواند اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَقَدْ ذَکَرْتُکَ عَلٰی قَدْرِ قِلَّۃِ عِلْمِیْ وَعَقْلِیْ وَفَھْمِیْ فَاذْکُرْنِیْ عَلٰی قَدْرِ سَعَۃِ نَفْسِکَ وَفَضْلِکَ وَعِلْمِکَ وَمَغْفِرَتِکَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ مَسَامِعَ قُلُوْبِنَا بِذِکْرِکَ یَا خَیْرَ الذَّاکِرِیْنَ

وصل آخر در مراقبات

اعلم اعزک اللہ بنفسہ مراقبہ پاسبانی کردن دل خود راست تا درو غیر حق واحد راہ نیابد۔ بدانکہ

مرض دل بسہ چیز است

تا بدان بغیر حق

طرف سر اٹھا کر الی انا اللہ کہے پھر داہنے بازو کی طرف سر پھیر کر لا آلہ کہے پھر فضائے دل پر سخت ضرب مار کر الا انا ان پانچوں ذکروں میں معانی اور شیخ کی صورت کا تصور شرط ہے اور پانچواں ذکر جو حضرت شیخ شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ نے پنجابی زبان میں ذکر کیا ہے یہ ہے اُہوں توں (علویات کی طرف اشارہ) اور راہوں توں (سفلیات کی طرف) اور توہیں توں (اطلاق کی طرف اشارہ ہے)

لقمہ جاننا چاہیئے کہ مجلس ختم ہونے کے بعد تین بار کہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اسکے بعد یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قُلْتَ فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَقَدْ ذَکَرْتُکَ عَلٰی قَدْرِ قِلَّۃِ عِلْمِیْ وَعَقْلِیْ وَفَھْمِیْ فَاذْکُرْنِیْ عَلٰی قَدْرِ سَعَۃِ نَفْسِکَ وَفَضْلِکَ وَعِلْمِکَ وَمَغْفِرَتِکَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ سَامِعُ قُلُوْبِنَا بِذِکْرِکَ یَا خَیْرَ الذَّاکِرِیْنَ

دوسرا وصل مراقبات کے بیان میں

جان لے اے طالب خدا اللہ تعالیٰ تجھکو اپنے نفس کی پہچان عطا فرمائے کہ اصطلاح صوفیہ میں مراقبہ کہتے ہیں دل کی نگہبانی کو تاکہ اس میں غیر حق تعالیٰ کا آنا نہ پاوے۔ جاننا چاہیئے کہ تین چیزوں سے دل میں مرض پیدا ہوتا ہے جن سے وہ غیر خدا

مشغول است یکے حدیث نفس کہ ہمیشہ بقصد و
اختیار در دل حدیث می کند خواہ در ملا خواہ در
خلا دوم خطرہ است و آں بغیر قصد مے آید
و میرود و سوم نظر بہ غیر یعنے علم باشیاء
متکثرہ و اصل در علاج ایں مرض شغل
باطن است و ایں را اقسام است لقمہ
اسم اعظم کہ اسم ذات است در محل حدیث
نفس بنشانند و اسمائے صفات امہات را
در مقام خطرہ بنشانند و نظر دل بر جمال مرشد دارد
کہ آنرا واسطہ و رابطہ و برزخ گویند لقمہ ملاحظہ
معنی مقدس از اسم ذات است از غیر تقیید و
تخصیص بعبارتے و لغتے در علم خود بکند و بتمامی
متوجہ قلب صنوبری گردد بدوام و شائستہ ایں
ذہن وقاد و طبع نقادی باید و اگر خاطر نشین نشود
آں معنی مقدس را نور بحت خالص فرود آرد و
خود را متلاشی در آں نور بیند فہو بحر من النور و انت
قطرۃ یا آں معنی مقدس را بہ ظلمت خالص
فرود آرد و خود را سایہ مخصوص تصور نماید
کہ چوں در ظلمت در آید متلاشی در آں
گردد و امتیاز از میان برخیزد

لقمہ

بعضے عارفان قدس اسرارہم طریقہ مشغولی
چنیں بیان فرمودہ اند کہ حاضر کند صورت

کی طرف مشغول ہوتا ہے اول حدیث نفس ہے جو ہمیشہ خلا
و ملا میں قصد و اختیار سے دل میں آتی ہے دوسرا
خطرہ ہے جو دل میں بلا قصد و ارادہ کے آتا جاتا ہے
تیسرا غیر کی طرف نظر ڈالنا ہے یعنی علم اشیاء متکثرہ
کا اصل علاج اس مرض کا یہ ہے کہ باطن کو ذکر حق
میں لگا رکھے اور اس کی بہت سی قسمیں ہیں لقمہ
بجائے حدیث نفس کے اسم اعظم کو جو اسم ذات ہے
قائم کریں اور خطرہ کے مقام پر اسمائے صفات امہات
کو رکھیں اور دل کی نظر جمال مرشد پر رکھیں جسکو واسطہ
اور رابطہ اور برزخ کہتے ہیں لقمہ ملاحظہ معنی
مقدس یہ ہے کہ اسم ذات کو بلا تقیید اور تخصیص کسی
عبارت اور لغت کے اپنے ذہن میں لحاظ کرے
اور ہمیشہ قلب صنوبری کی طرف کامل توجہ رکھے اور
اس معنی کے لائق ذہن روشن اور طبیعت نقاد ہونی
چاہیے اور اگر یہ معنی ذہن نشین نہ ہوں تو اس کے
معنی مقدس کو نور خالص تصور کرے اور اپنے کو
اس نور میں منتشر جانے گویا وہ ایک نور کا دریا ہے
اور تو اسکا ایک قطرہ ہے یا یوں کرے کہ اس معنی
مقدس کو ظلمت خالص تصور کرے اور اپنے کو
اسکا ایک خاص سایہ سمجھے کیونکہ سایہ جب ظلمت میں
آتا ہے تو اس میں منتشر ہو جاتا ہے اور فرق باقی نہیں
رہتا لقمہ بعضے عارفوں نے شغل کا طریقہ
اس طور پر بیان کیا ہے کہ خیال میں شیخ کی

شیخ را در خیال تا ظاہر شود اثر حرارت کیفیت
معہودہ مشاغلین و متوجہ شود بسوئے حقیقت
جامعۂ انسانیہ خود را یا کیفیت مذکورہ بصورت
شیخ یعنی آں حقیقت جامعۂ خود را بصورت
شیخ فرا گیرد و آنرا شیخ خود تصور نماید اما آں
حقیقت جامعہ کہ قلب در اصطلاح ایشاں
عبارت از ہمانست چوں منزہ است از
حلول در اجسام پس احضار آں اندکے
دشوار برائے ایں صعوبت متوجہ شود بجانب
مضغۂ ایسری صنوبری کہ میان آں قلب حقیقی
وایں قلب مجازی ارتباطے ہست کہ آں ارتباط
با ہیچ عضو دیگر نیست و نیک متوجہ شود کہ ہمہ
حواس یکجا و یکسو گردند و شک نیست کہ دریں
حالت غیبت و بیخودی ظاہر میشود پس ایں حالت
غیبت و بیخودی را ہیچو راہے مستقیم راست
بے کج و کور فرض نماید و تصور کند کہ گویا او دریں راہ
میرود و ایں راہ غیر متناہی است پس ہر گاہ خطرہ
یا وسواسے در دنبال تو افتد تو ازاں رامیگریزی
دریں گریز یا خطرہ دنبال گزاشت و پس ماند یا آمد
گرفت اگر پس ماند فہو المراد و اگر گرفت بہماں حقیقت
جامعہ کہ بصورت مرشد فرا گرفتہ است متوجہ شود و دفع کند
و دراں کوشد کہ ایں حالت امتداد پیدا کند و اگر ازاں مندفع
نشود دماغ را تخلیہ کند یعنی خارج کند نفس را از طریق بینی

صورت لاوے تا کہ حرارت کا اثر اور جو شاغلین کو کیفیت
معہودہ ہوتی ہے ظاہر ہو اور کیفیت مذکورہ کے ساتھ
شیخ کی صورت میں اپنی حقیقت جامعہ انسانی کی
طرف متوجہ ہو یعنی اپنی حقیقت جامعہ کو شیخ کی
صورت بنا کر اس کو اپنا شیخ تصور کرے مگر چونکہ
یہ حقیقت جامعہ جس کو اصطلاح صوفیہ میں قلب کہتے
ہیں اجسام میں حلول نہیں کر سکتی اور اسکا احضار
فی الجملہ دشواری سے خالی نہیں ہے اس سبب سے
بائیں طرف کے صنوبری ٹکڑے کی طرف جس کو
عوام دل کہتے ہیں متوجہ ہو اور ایسی طرح سے
متوجہ ہو کہ تمام حواس یکسو ہو جائیں اس لئے کہ قلب
مجازی اور حقیقی کے درمیان میں ایسا ارتباط ہے
جو دوسرے اعضا میں نہیں ہے اور بے شبہ
اس حالت میں بیخودی اور غیبت ہو گی پس اس غیبت
اور بیخودی کو نہایت سیدھا راستہ سمجھ کر تصور کرے
کہ گویا اسپر جا رہا ہے اور یہ راستہ غیر متناہی ہے
اب اگر کوئی خطرہ یا وسواس تیرے پیچھے پڑے اور تو اس
راہ سے بھاگے تو وہ خطرہ تجھ سے چھوٹ گیا اور پیچھے لگیا
یا پہونچکر تجھکو پکڑ لیا اگر چھوٹ گیا تو بہتر ہے ورنہ پھر اس
صورت جامعہ کی طرف جس کو اپنا شیخ بنا لیا ہے متوجہ
ہووے اور اس کو دفع کرے اور اس بات میں کوشش
کرے کہ یہ حالت طول پکڑے اگر اس سے بھی دفع نہ
ہو تو تخلیہ دماغ کا کرے اسطرح پر کہ ناک کے راستہ سے

بعنف و سختی باز بہماں حالت متوجہ شود
واگر ازیں نیز مندفع نشود ایں استغفار
أَسْتَغْفِرُ اللهَ أَسْتَغْفِرُ اللهَ مِنْ جَمِيعِ مَا كَرِهَ
اللهُ قَوْلاً وَفِعْلاً وَحَاضِراً وَغَائِباً
وَسَامِعاً وَنَاظِراً وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ٭
بسیار بگوید و زبان را با دل موافق سازد واگر
ازیں نیز مندفع نشود اسم یا فعال را بفہم معنیش
فرا گیرد کہ آنرا خاصیتے در دفع وسواس است
اگر ایں ہم نفع نہ دہد تامل بکند معنی لا الہ الا اللہ
اے لا موجود الا اللہ واگر ایں نیز نفع نہ کند بشد و مد
جہر گوید اسم اللہ را و ضرب کند بر دل صنوبری خود

لقمہ

آنچہ در مشاعر خمسہ ظاہرہ و خمسہ باطنہ مدرک
می شود خالی نیست یا مطابق واقع است پس
حق باشد یا مطابق واقع نیست پس باطل است
و محقق و مقرر شدہ است نزد قائلین بوحدت
وجود اینکہ حق چنانچہ بعضے از مظاہر اوست تعالیٰ
ہمچنیں باطل نیز بعضے از مظاہر اوست تعالیٰ شیخ
ابو مدین مغربی کہ شیخ شیخ محی الدین ابن عربی است
قدس اللہ اسرارہما و اوصل الینا فتوحاتہما رباعی

لا تنکر الباطل فی طورہ	فانہ بعض ظہوراتہ
واعطہ منک بمقدارہ	حتی توفی حق اثباتہ

نہایت زور سے سانس نکالے اور پھر اسی حالت کی
طرف متوجہ ہو۔ اور اگر اس سے بھی دفع نہ ہو تو اس
استغفار کی کثرت کرے اور زبان کو دل سے موافق
کرے استغفار یہ ہے أَسْتَغْفِرُ اللهَ أَسْتَغْفِرُ اللهَ
مِنْ جَمِيعِ مَا كَرِهَ اللهُ قَوْلاً وَفِعْلاً وَحَاضِراً
وَغَائِباً وَسَامِعاً وَنَاظِراً وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ اور اگر اس سے بھی نہ دفع
ہو تو اسم یا فعال کو اسکے معنی سمجھکر وظیفہ کرے کہ وسواس
دفع کرنے میں اس کی خاصیت عظیم ہے اور اگر اس
سے بھی دفع نہ ہو تو لا الہ الا اللہ یعنی لا موجود الا اللہ کے
معنی میں غور کرے اگر یہ بھی نہ نفع کرے تو شد و مد
سے باآواز بلند اللہ کہکر اپنی صنوبری دل پر ضرب مارے
لقمہ حواس خمسہ ظاہرہ یا باطنہ میں جو چیز آوے گی
وہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا مطابق واقع کے
ہے تو حق ہے یا مطابق واقع کے نہیں ہے تو باطل
ہے اور وحدت وجود کے قائلین کے نزدیک ثابت
ہو چکا ہے کہ جیسا حق بعض مظاہر حق تعالیٰ کا ہے
ویسا ہی باطل بھی بعض مظہر اس کا ہے چنانچہ
ابو مدین مغربی جو حضرت محی الدین ابن عربی کے شیخ
ہیں فرماتے ہیں۔ لا تنکر الباطل فی طورہ فانہ بعض
ظہوراتہ۔ واعطہ منک بمقدارہ حتی توفی حق اثباتہ
بعضے اطوار میں باطل کا انکار مت کیجیو
کیونکہ وہ بھی حق تعالیٰ کے بعض مظاہر

وشیخ مؤید الدین الجندی قدس سرہٗ
در تتمۂ ایں ابیات گفتہ شعر

فالحق قد یظہر فی صورتہ ... و ینکر الجاہل فی ذاتہ

پس ہر چہ مدرک نفس گردد از کلیات و جزئیات
در و مطالعہ وجود مطلق کہ منشیں بشانِ خاص
است نماید و ایں اقرب طرق واوثق مناہج
است مرنفئِ خطرات را و شک نیست کہ دریں
حالت کیفیتِ غیبیہ و حالت ذوقیہ پیدا
می شود و مراتب کیانی و الٰہی محاط ادراک
می گردد و نیکو آنست کہ نفی کنی ایں مطالعہ
را و بگیری ہماں کیفیت غیبیہ را و بگذاری نفس
خود را و دامنِ بیہوشی فراگیری محکم
چہ بر آمدن از غیبت کفر است پیشِ محققانِ
ایں طریق اگر چہ بر آمدن مقرون بہ توجہ
و تفکر حقائق و تدبیر دقائق علمی و عملی باشد
چہ غیبت و بیخودی بدایت وادیٔ حیرت
است کہ آں اخیر مقامات است۔

لقمہ

سالک بچشم دل بسوئے حقیقتِ خود کہ عبارت
از حقیقتِ جامعہ اوست بنگرد و حقیقتِ خود
را مشہود چشم دل خود دارد در ہمہ احوال و
افعال پس نظر کند کہ حقیقتِ جامعہ وے در
جمیع موجودات حسنہ و قبیحہ لطیفہ و کثیفہ محسوسہ

سے ہے اور اپنے حتی المقدور اُس کا حق ادا کیجیو اُسوقت
تک کہ اُسکے اثبات کا حق پورا کر لے۔ اُسکے تتمہ میں
حضرت مؤید الدین جندی فرماتے ہیں فالحق قد یظہر فے
صورتہ ٭ و ینکر الجاہل فے ذاتہ ٭ اور حق کبھی صورت
انسانی میں ظاہر ہوتا ہے اور جہلا اُس کا انکار کرتے
ہیں پس جو کلیات اور جزئیات کہ نفس میں مدرک ہوں
اُس میں وجود مطلق کو ایک شان خاص کے ساتھ مطالعہ
کرے یہ عمدہ طریقہ خطرہ روکنے کا ہے اور بلاشبہ
اس حالت میں کیفیت غیبیہ اور حالت ذوقیہ پیدا
ہوگی اور اس ادراک میں مراتب کیانی اور الٰہی معلوم
ہونے لگتے ہیں اور بہتر ہے کہ اس مطالعہ کی
بھی نفی کر ڈالے اور اپنے نفس کو چھوڑ کر اُس کیفیت
غیبیہ کو اختیار کرے اور بیہوشی کا دامن خوب
مضبوط پکڑ لے کیونکہ اس طریقہ کے محققین کے
مذہب میں غیبت سے نکلنا کفر ہے اگر چہ یہ خروج
حقائق کے تفکر اور توجہ اور دقائق علمی اور عملی کے
تدبیر کے لئے کیوں نہ ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ غیبت
اور بیخودی حیرت کی ابتدا ہے اور تمام مقامات کا آخر
ہے لقمہ سالک کو چاہیئے کہ اپنے دل کی آنکھ
سے اپنی حقیقت کو جس کا نام حقیقت جامعہ ہے دیکھے
اور اُس کو چشم دل کے سامنے ہر احوال اور افعال
میں رکھے پس اپنی حقیقت جامعہ کو تمام موجودات
میں خواہ حسنہ ہوں یا قبیحہ لطیفہ ہوں یا کثیفہ محسوسہ

دیگر محسوسہ سارلیست تا آنکہ مشاہدہ کند کہ جمیع
عوالم قائم باین است واین سرایت
درہمہ موجودات کردہ پس ہرچہ محسوس
ومعقول افتد آئینہ باشد کہ دروبہ بیند
حقیقۃ جامعہ خودرا گویا تمام عالمہا بمنزلہ جسم
آمدہ وسالک بمنزلہ روح آن جسم واین را
مرتبہ جمع الجمع گویند وچون این مراقبہ
قوت گیرد آنچہ در عوالم بگذرد مر سالک را
ازان اطلاع افتد اگر شادیست شادی
واگر غمی است غمی زیراکہ ادراک روح نعم و
نقم ابدان را از جملہ ضروریات است لقمہ
صورت کتابی لا الہ الا اللہ را یا صورت کتابی
اسم جلالہ را در صفحہ کہ در پیش چشم سر وبصر وارد
یا در صحیفہ علم ولوح خیال خود کہ در پیش چشم سر
وبصیرت دارد مطالعہ نماید وپیوستہ متوجہ ایں
ہیئت باشد تا آنکہ طاری شود بر وغیبت وذہول
کند ازان ہیئت واز علم بذہول آن ہیئت لقمہ
متوجہ شود بجانب سنگ یا کلوخ یا قبر یا مصحف یا رو
دلبر یا روی شیخ یا گل یا غیر ذلک بکاسہ بصر وچشم وسر حرکت
ندہد پلک چشم را وقوای باطنہ را نیز متوجہ حقیقۃ مطلقہ
غیر مکیفہ واجبیہ دارد تا آنکہ بستہ شود راہ خطرات وآثار غلبہ
غیبت بر وی طاری شود وذاہل شود از ہر شیء تا از ذہول
ذاہل شود واین طریق منسوب است بسیدنا ابراہیم بن ادہم البلخی

ہوں یا غیر محسوسہ ساری اور طاری دیکھے گا یہاں تک
کہ سارے عالم کو اپنے میں قائم دیکھے گا اور اپنی سرایت
تمام موجودات میں پائیگا پس سارے محسوسات اور
معقولات آئینے معلوم ہونگے جس میں اپنی حقیقت
جامعہ کو دیکھے گا گویا سارا عالم بمنزلہ جسم کے ہے
اور سالک اسکی روح ہے اصطلاح صوفیہ میں اس
مرتبے کا نام جمع الجمع ہے اور جب یہ مراقبہ قوی ہوگا
تو جو کچھ عالم میں ہوگا خواہ شادی ہو خواہ غمی سب
مطلع ہوگا کیونکہ روح کو اپنے بدن کی خوشی اور رنج
کا جاننا ضرور ہے لقمہ لا الہ الا اللہ یا اسم جلالہ کی
مکتوبی صورت کو اس صفحہ میں کہ جو کچھ آنکھ اور بصارت
کے سامنے یا علم کے صحیفے اور خیال کے تختے
جو آنکھوں کے سامنے موجود ہے پڑھتا رہے اور
ہمیشہ اسی ہیئت کا خیال رکھے اسوقت تک کہ اس پر غیب
آجاوے اور وہ ہیئت نسیًا منسیًا ہوجاوے حتیٰ
بھولنے کا علم بھی نہ باقی رہے لقمہ پتھر یا کلوخ
قبر یا مصحف یا پھول یا شیخ یا معشوق کے چہرہ
چیز کی طرف آنکھ اور نظر اس طرح لگائے کہ پلک نہ
اور قوائے باطنی کو حقیقت مطلقہ غیر مکیفہ کی طرف
کرے یہاں تک کہ خطرات کے راستے بند ہوجائیں
غیبت کے آثار اسپر طاری ہونے لگیں اور ہر چیز سے
ہوجائے اس درجہ تک کہ اپنی غفلت کی بھی خبر نہ رہے
کو حضرت سیدنا ابراہیم بن ادہم بلخی قدس سرہ

قدس سرہ لقمہ بعض کبرائے طریقت قدس
اسرارہم فرمودہ اند کہ اتم التوجہات بحضرت
حق تعالی واکمل مراتب حضور بسبحانہ عزشانہ وعم
برہانہ اینست کہ بعد تعطیل قوائے جزئیہ و کلیہ
ظاہرہ و باطنہ از تصرفات مختلفہ وبعد تفریغ خاطر
از ہر علم و اعتقاد بلکہ از ہمہ ماسوی توجہ بکنی بحضرت
او تعالی برآنچہ او در واقع ست بے آنکہ تقیید کنی
بہ تنزیہ یا بہ تشبیہ بلکہ توجہ کنی توجہ اجمالی ہیولانی الصفۃ
کہ قبول کند ہمہ صور مستحسنہ و مستکرہہ محسوسہ و
غیر محسوسہ را با توحید و عزیمت و جمعیت و اخلاص
تام و مواظبت بریں حالت بر سبیل دوام تا اکثر
احوال من غیر فتور و توزع خاطر و تشتت عزیمت
و با جزم آنکہ کمال او سبحانہ و تعالی مستوعب جمیع
اوصاف است خواہ حسن آن وصف مدرک ما
شود یا نشود و با جزم آنکہ عقل و فکر و وہم راہی کل
آن نیست کہ گرد سرادقات اسرار او تواند
گشت پس او چنانست کہ او ہست اگر خواہد
ظاہر شود در ہر صورتے از صور عالم و در ہمہ
صور ہمہ عوالم و اگر خواہد متنزہ شود از ہمہ

لقمہ

سزاوار است کہ سالک ملاحظہ بکند وجود را از
مبدء مراتب تجلیات تا منتہی مراتب تجلیات
و نصب العین گرداند این ملاحظہ را پس بیند در واقع

طرف منسوب کرتے ہیں لقمہ بعضے کبرائے
طریقت نے فرمایا ہے کہ پوری توجہ حق سبحانہ کی
طرف اور اُس کے حضور کے کمال مرتبے یہ ہیں کہ تصرفات
مختلفہ سے قوائے کلیہ و جزئیہ اور ظاہریہ اور باطنیہ کو
بیکار اور ہر علم اور اعتقاد بلکہ ما سوی اللہ سے دلکو خالی
کر کے حضرت حق سبحانہ و تعالی کی طرف جیسا وہ فی
الواقع ہے بلکہ قید تنزیہ اور تشبیہ کے توجہ کرے
بلکہ توجہ کرے ایسی توجہ اجمالی ہیولانی الصفۃ کے
ساتھ جس میں ہر قسم کے صور حسنہ ہوں یا قبیحہ محسوسہ
ہوں یا غیر محسوسہ کے قابلیت ہو یکسوئی اور دلجمعی اور
پختگی اور کامل اخلاص کے ساتھ اور ہمیشہ اُسکو
کرتا رہے بلا فتور اور بلا پریشانی کے اور یقین اسکا
رکھے کہ حق تعالی کا کمال ساری صفات کو محیط ہے
خواہ اُس صفت کی خوبی ہمکو معلوم ہو یا نہ معلوم ہو اور
اُس کا بھی یقین رکھے کہ عقل اور فکر اور وہم کو
طاقت نہیں ہے کہ اُس کے سراپردہ اسرار تک پہنچ
سکے پس حق سبحانہ تعالی جیسا ہے ویسا ہی ہے وہ مختار
مطلق ہے عالم کی جس صورت میں یا کل عالم کے
کل صورت میں چاہے اپنا جلوہ ظاہر فرماوے اور
چاہے سب سے منزہ اور پاک رہے لقمہ
سالک کو مناسب ہے کہ اپنے کو مبدء مراتب تجلیات
سے منتہائے مراتب تجلیات تک ملاحظہ کرے اور
اس ملاحظہ کو اپنا مد نظر رکھے پس دیکھے مگر وجود مطلق

مگر وجودے مطلق و وجودے مقید و حقیقی من
حیث ہی کہ در ہر دو قسم واحد است و اطلاق
و تقیید از نسب و اعتبارات ست و دوم این ملاحظہ
مورث ذوق کثیر است لقمہ ہر دو چشم بر بندد و نظر
بر دل گمارد و خدائے تعالی را حاضر و ناظر و مع
خود داند لقمہ ہر دو چشم کشادہ دارد سوئے بالا یا
در مقابلہٴ خود اندازد و در آن کوشد کہ پلک نزند
ازین شغل بعضے انوار پدید می آید و آتش
از پلک می خیزد و در تمام اندام میگردد
و عشق پیدا می شود لقمہ مقام نصیرا
ہر دو چشم کشادہ دارد و نظر بر نرمہٴ بینی دوزد
و درین نظر چناں خوض کند کہ سیاہی ہر دو
چشم غائب شود و سپیدی ہر دو چشم ظاہر گردد و
جمعیت خاطر و خطرہ بندی پیدا شود و این شغل را
مقام نصیر گویند و در جلسہ مختار است جلسہٴ نماز
یا جلسہٴ اقعاء الکلب و اگر نظر برابر و ہائے خود دوزد
و شغل را چنانچہ گفتہ شد تمام کند این شغل را مقام
محمود گویند و فوائد این بسیار است لقمہ
بیٹھک جوگ ہشتاد و چہار است و برائے ہر یکے
نفعی خاص است اما شیخ بہاء الدین قادری قدس
سرہٗ از انجملہ یک بیٹھک کہ جامع انواع بیٹھکہائے
دیگر بود اختیار کردہ و آن ہیئت کہ مربع بنشیند و
ہر دو پائے گرد آرد و پاشنہٴ پائے چپ فرود خصیتین نہد

اور وجود مقید اور ایک وجود حقیقی من حیث ہی جو
دونوں قسم میں ایک ہی ہے اور مطلق اور مقید محض
اعتباری اور نسبتی ہے اور اس ملاحظہ پر مداومت
کرنا ذوق کثیر پیدا ہونے کا باعث ہے لقمہ
دونوں آنکھیں بند کرے اور اپنے دل پر نظر رکھے اور
حق تعالی کو حاضر اور ناظر اور اپنے ساتھ جانے لقمہ
دونو آنکھ کھولے رہے اور نظر اوپر یا سامنے ڈالے
اور لحاظ رکھے کہ پلک بند ہو اس شغل سے کچھ انوار
ظاہر ہوتے ہیں اور پلک سے آگ بھڑکتی ہے اور
تمام بدن میں پھیلتی ہے اور عشق پیدا ہوتا ہے لقمہ
مقام نصیرا۔ دونوں آنکھ کھولے رہے اور نظر ناک پر
رکھے اور اس طرح جماوے کہ دونوں آنکھ کی سیاہی
غائب اور سپیدی ظاہر ہو جائے اور خاطر مطمئن اور
خطرہ بند ہو جائے اس شغل کا نام مقام نصیر ہے اور
بیٹھک میں اختیار ہے چاہے نماز کی بیٹھک بیٹھے چاہے
کتے کی۔ اور اگر نظر اپنی بھوں پر جماوے اور بدستور
سابق اس شغل کو ختم کرے تو اس سے بہت سے
فائدے ظاہر ہونگے اس شغل کا نام محمود ہے لقمہ
جوگ کی چوراسی بیٹھک ہیں اور ہر ایک میں ایک ایک
خاص نفع ہے لیکن شیخ بہاء الدین قادری قدس سرہ
نے ایک بیٹھک جو سب کو جامع ہے اختیار کر لی
ہے وہ یہ ہے کہ مربع بیٹھے اور دونو پاؤں اکٹھے
کرے اور بائیں پاؤں کی ایڑی خصیتین کے

وپاے راست نزدیک او بدارد و بعدہ مقعد
رابہند ودم را بالاکشد و ناف را گرد آرد وطرف
پشت برد و دہان را بہ بندد و زبان را در کام
سخت کند بعدہ بوہم مشغول شود یعنی در باطن
تفکر کند اُوہی ہے وُگرستہ و بیخواب باشد
واگر سہ روز پیہم دیگر بے طعام و بے خواب
باشد و ہمیں شغل مشغول باشد بیخودی و بیہوشی
آرد کہ در و مکاشفہ غیوب کند باز بہوش
آرند یا مجذوب و مدہوش گذارند واگر در سہ
روز اول ایں صورت دست ندہد سہ دیگر
متصل آں کند و تخلل آں کند ہر دو سہ ایام اندک
طعامے وشرابے وخوابے تا سودائی
نشود ہکذا تحریرا۔

تتمہ

مراقبہ و مشاہدہ و معائنہ بجلسہ صلوٰۃ بنشینے
وملاحظہ علیم و سمیع و بصیر کنی با ربط شیخ و
ملازمت ہمہ احوال و چوں دریں استقامت
یافتی بر ہماں ہیئت نشستنی وروی بجانب دل
مائل کنی و چشم را بندی و بچشم باطن سوی دل
بنگری و تصور کنی کہ خداے تعالی را می بینی و چوں
دریں استقامت یافتی بر ہماں ہیئت بنشینی الا
آنکہ نظر سوے آسمان داری و چشم فراز کردہ
بر ہیئت محتضر تصور کنی کہ روح از قالب

نیچے رکھے اور داہنا پاؤں اس کے پاس اور اس کے بعد
سرین رکھے اور سانس اوپر کھینچے اور ناف کو پشت
کی طرف سمیٹے اور منہ بند کرے اور زبان تالو سے
چپکائے اس کے بعد وہم میں مشغول ہو یعنی دل میں
فکر کرے کہ اُوہی ہے اور بھوکا رہے اور سونا ترک
کرے اور اگر تین روز پیہم پھر بے طعام اور بیخواب
اسی شغل کو کرتا رہے تو ایسی بیخودی اور بیہوشی اسپر
طاری ہوگی جس میں غیب کے پردے اسپر کھلجائینگے
پھر ہوش میں آویگا یا مجذوب اور مدہش رہ جائے گا
اگر تین روز اول میں یہ کیفیت نہ حاصل ہو تو اس
کے بعد متصل اور تین دن کرے اور ہر تین دن کے
درمیان میں کسیقدر کھاپی لے اور سولے ورنہ
سودائی ہوجائیگا اسی طرح کرتا جائے۔

تتمہ

بیان مراقبہ اور مشاہدہ اور معائنہ کا نماز کی بیٹھک
بیٹھے اور علیم اور سمیع اور بصیر کو شیخ کی صورت کے
ساتھ ملاحظہ کرے اور ہر حال کا التزام کرے
جب اس میں مستقیم ہوا ہو تو اسی ہیئت پر بیٹھے اور
دل کی جانب رو مائل کرے اور آنکھ بند کرے اور
باطنی آنکھ سے دل کی طرف دیکھے اور خدا اسکے
دیکھنے کا تصور کرے پھر جب اس میں مستقیم ہو تو اسی
بیٹھک پر بیٹھے مگر آسمان کی طرف نظر کرے اور صاحب
نزع کی طرح آنکھ بند کرکے تصور کرے کہ روح قالب

بیرون رفت و از سماوات در گذشت و بمعائنہ
حق تعالیٰ مشغول شد اگر کسے بریں استقامت
یافت رشتہ سبز پیدا آید یک جانب رشتہ بالائے
هفتم آسمان و جانب دوم در دل و باشد و اعلیٰ
رتبہ فکر این بود و مشغولی کہ مشائخ پنہاں فرمایند
ہمین است و دریں مشغولی واسطہ درست نیست
اول را مراقبہ گویند ثانی را مشاہدہ خوانند ثالث
را معائنہ گویند حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی
قدس سرہٗ این مشغولی ہا را از حضرت سلطان جیو
نظام الدین قدس سرہٗ نقل کردہ اند لقمہ
میر سید محمود گیسو دراز قدس سرہٗ نقل فرمودند کہ
ساکت باشد و فکر کند کہ من نیم اوست بیت

من نیم واللہ یاران من نیم
جان جانم سر سرم تن نیم

چوں دریں معنی فکر نماید بحکم اذا جاء الحق و زہق
الباطل صدائے انا انت بر آید و این اقرب
طرق و راہہا است لقمہ ہر کہ بمراقبہ و ذکر
اللہ مشغول شود ہمہ عالم بروے تجلی کند حضرت
سلطان العارفین از مہد تا لحد ہمیں مشغول بودہ اند

لقمہ

مراقبہ معراج العارفین ہمہ موجودات را آئینہ
متعددہ فرض کن و آنچہ می بینی در ایشاں از کمالات
محسوسہ و معقولہ صور اسماء و صفات حق تعالیٰ دان بلکہ

معراج العارفین

سے نکلکر آسمانوں کے اوپر پہونچے اور حق تعالیٰ کو
دیکھنے لگے اگر کوئی اسپر مستقیم ہو جائے گا تو ایک سبز
دھاگا ظاہر ہوگا جس کا ایک سرا ساتویں آسمان کے
اوپر اور دوسرا اس کے دل میں ہوگا یہ فکر کا
اعلیٰ درجہ ہے اس شغل کو مشائخ علیہ الرحمۃ چھپائے
رکھتے ہیں۔ اسمیں شیخ کی صورت کا ملاحظہ نہیں درست
ہے پہلے کو مراقبہ اور دوسرے کو مشاہدہ اور تیسرے
کو معائنہ کہتے ہیں حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی
قدس سرہ نے ان اشغال کو حضرت سلطان جی
نظام الدین قدس سرہ سے نقل کیا ہے لقمہ
میر سید محمود گیسو دراز علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ
ساکت رہے اور فکر کرے کہ میں نہیں ہوں جو
کچھ ہے وہی ہے شعر

من نیم واللہ یاراں من نیم ؎ جان جانم سر سرم تن نیم

جب اس طرح متفکر ہوگا تو بحکم اذا جاء الحق و زہق الباطل
کی آواز انا انت کے سنائی دیگی پس اور راہوں سے
یہ راہ اقرب ہے لقمہ جو شخص مراقبہ اور اللہ کے ذکر
میں مشغول رہے گا تو سارے عالم کی اسپر تجلی ہوگی لڑکپن
سے مرنے تک حضرت سلطان العارفین کو یہی شغل رہا
لقمہ مراقبہ معراج العارفین کا بیان
ساری موجودات کو تو متعدد آئینے تصور کرے اور
جو کچھ اس میں کمالات محسوسہ اور معقولہ دیکھے حق
تعالےٰ کے اسمار اور صفات کی صورت بلکہ

ہمہ عالم رایک آئینہ فرض کن و در روے حق را
ببیں با ہمہ اسما و صفات وے تا از اہل مشاہدہ
باشی چنانچہ در اول از اہل مکاشفہ بودی پس
ازیں برتر آئی و چناں ملاحظہ کن کہ تو چوں عالم
رامی بینی و میدانی ذات تو محیط است بہمہ
و ہمہ مرتسم اند در تو پس ذات تو آئینہ است
آنہا را و در اول مشاہدہ حق سبحانہ در غیر خود
میکردی اکنوں در خود مشاہدہ میکنی پس ازاں برتر
آئی و آنرا ملاحظہ کن کہ ممکنات من حیث ہی غیر
موجودہ اند پس ایشاں را از میان بروں کن و
ہمہ تصور تجلیات حق بیں و قائم بوے پس ہمہ
کمال و جمال حق اند سبحانہ و تعالیٰ کہ در حق مشاہدہ
می کنی پس ازیں برتر آئی و وجود خود را از میان
بروں کن و مدرک و مشاہد حق را ببیں فہو
الشاہد و المشہود **لقمہ** بدانکہ در سلسلۂ
علیہ نقشبندیہ بنائے کار بر سہ طریق قرار
یافتہ اول طریق توجہ و مراقبہ معنی بیچون
و بے چگون بے شبہ و بے نمون کہ از
اسم مبارک اللہ مفہوم می شود و بتوسط عبارت
عربی و فارسی و غیرہا ملاحظہ نمایند و جمیع
مدارک و قوائے بداں متوجہ شوند تا
بے تکلف دوام آگاہی دست دہد و
بفنائے فنا رکشد **دوم** طریق رابطہ است

سارے عالم کو ایک آئینہ فرض کر کے اس میں حق تعالےٰ
کو مع اسماء و صفات کے دیکھ پس تو البتہ اہل مشاہدہ سے
ہوگا جیسا اول میں اہل مکاشفہ سے تھا پھر تو اس سے
اوپر چل اور اس طرح پر تصور کر جب تو عالم کو دیکھتا اور
جانتا ہے کہ تیری ذات سب کو محیط ہے اور سب
کچھ تجھ میں منتقش ہے پس تو اُن سب کا آئینہ ہے
اور پہلے تو حق سبحانہ تعالیٰ کا مشاہدہ دوسروں میں کرتا
تھا اور اب اپنے ہی میں دیکھتا ہے پھر تو اُس سے
اوپر چل اور ممکنات من حیث ہی کو معدوم جانکر اُنکو
درمیان سے نکال ڈال اور سبھوں کو تجلیات حق کی
صورت دیکھ اور حق میں قائم سمجھ لے پس جو کچھ اُس
میں دیکھے گا وہ کمال اور جمال حق سبحانہ تعالےٰ کا
ہوگا پھر اس کے بعد اوپر چلکر اپنے وجود کو مٹا دے
پس جو کچھ جانے گا اور دیکھے گا حق تعالےٰ ہی کو جانیگا
اور دیکھے گا پس وہی شاہد ہے اور وہی مشہود ہے
لقمہ سلسلۂ علیہ نقشبندیہ میں سلوک کی بنیاد تین
طریقہ پر مقرر ہوئی ہے پہلا طریقہ توجہ اور مراقبہ کا
ہے جو مبارک اسم اللہ کے معنی بیچون و بے چگون اور
بے شبہ اور بے نمون سمجھ کر کیا جاتا ہے اُسکو عبارت
عربی اور فارسی وغیرہ کے ذریعہ سے ملاحظہ کرنے
اور بدن کے تمام مدرکہ اور قوی سے اس طرف
متوجہ ہو جس سے بے تکلف آگاہی دائمی حاصل ہو اور
فنا در فنا تک پہونچادے دوسرا طریقہ رابطہ ہے

وآں توجہ بصورت شیخ است کہ فانی فی اللہ
وباقی باللہ چنانچہ غیبت و بیخودی رو نماید و
صورت آں برزخ کہ جہت اسفل وست از
نظر ساقط شود و نظر در تجرد شہود ذات وحضور
حق سبحانہ جل شانہ کہ جانب علو اوست بیفگند
سوم طریق ذکر لا الہ الا اللہ است بطریق خفیہ
کہ جامع معنی نفی و اثبات است طریق اول
اعلی است لیکن حصول آں بیش از تصرف
جذبہ در وجود سالک تعذرے دارد دوم
کہ طریق رابطہ است اقرب طرق و منشاء ظہور
عجائب و غرائب است و طریق سوم احکم
واساس کار او محکم است لقمہ آئینہ را
بسیار بیند تا صورت شیخ در خیال خویش استوار
گرداند و پیوستہ نظر برآں داشتہ باشد تا غیبت
از حواس شود لقمہ کلمہ اللہ را بآب طلا یا
نقرہ بنویسد و پیوستہ نظر برآں دارد ایضاً
صورت وہمی اللہ را بر صفحہ دل بنویسد و پیوستہ
متوجہ آں باشد تا غیبت از حواس پدید آید

خاتمہ

اعلم ختم اللہ بالخیر خواتیم اعمالک کہ آنچہ در دو
وصل ذکر رشد از اقسام اذکار و انواع
افکار استدامت ہر یکے ازاں موصل
مطلوب است و بے استدامت

وہ یہ ہے کہ شیخ کی صورت کی طرف جو فانی فی اللہ
اور باقی باللہ ہے اسقدر توجہ کرے کہ غیبت اور
بیخودی ہو جائے اور یہ صورت جو مرید کی جہت
اسفل ہے نظر سے جاتی رہے اور حق تعالے کے
حضور اور شہود ذات پر جو اس کی طرف علو ہے نظر ڈالے
تیسرا طریقہ ذکر لا الہ الا اللہ کا ہے خفیہ کہ نفی اور
اثبات کے معنے کا جامع ہے انہیں سے پہلا طریقہ
اعلی ہے لیکن قبل اس کے کہ سالک میں جذبہ پیدا
ہو اسکا حاصل ہونا دشوار ہے اور دوسرا طریقہ
سہول میں اقرب ہے اور عجائب اور غرائب ظاہر ہونیکا
باعث ہے اور تیسرا طریقہ سب میں نہایت استوار
ہے اور اس کی بنا بہت محکم ہے لقمہ اکثر
آئینہ دیکھا کرے اور اپنے خیال میں شیخ کی صورت
جماوے اور اسکو نظر میں محفوظ رکھے اسقدر کہ حواس
جاتے رہیں لقمہ اللہ کو سونے یا چاندی
کے پانی سے لکھکر ہمیشہ اس کو دیکھا کرے اور یہ بھی
کرے کہ اللہ کی صورت وہمی دل کے صفحہ پر لکھکر
ہمیشہ اسپر توجہ رکھے اس قدر کہ حواس جاتے رہیں

خاتمہ

اے طالب خدا اللہ تعالی تیرے اعمال کا خاتمہ بخیر کرے
جان لے کہ ذکر اور فکر کے اقسام جو دونوں وصل میں مذکور
ہوئے ان میں سے ہر ایک پر مداومت کرنا مطلوب
تک پہونچادیگا اور بغیر عمل کرنے اور بلا مداومت

واستغراق وانہماک دراں وصول بمطلوب
بغایت دور بحر خواندن ایں اوراق اگر وصول
جوید بر سفاہت خود گویا برہان گوید کہ
ایں عالم کردار است نہ گفتار وہمچناں ہر چند
مشق بیشتر کار یا اثر تا بعضے اہل اللہ یعنے
ابو حفص حداد قدس اللہ سرہ گفتہ کہ تصوف
پختہ ساختن وہمی بیش نیست فے الواقع
چوں ایں اوہام پختہ شوند بمغز جان رسند
آثار غریبہ و اطوار عجیبہ مشہود خواص وعوام
شود صاحب مقام را ازاں لذت و ناظرین
را ازاں حیرت حاصل شود اما بعضے
بوالہوساں کہ اقتصار بر محض علم انواع
مراقبات واذکار نمایند و بر خود اسم صوفی
نہند حلم خداوندی سعۂ برداشت و تجاوز
از سیات ایشاں دارد والا در ہلاک شدن
تقصیر نمیکنند و بعضے ازیں مرتبہ فرود آیند
و برائے نام یکچندے دست و پائے
دریں کار زنند و چوں اثرے و لذتے ازاں
نیابند گروہے برگردند و بکارہائے دنیاوی
مشغول شوند و از آنچہ برآمدہ باشد رجوع نمایند
و گروہے برہمان مقدار پسند نمودہ شید و
زرق آغاز نہند و خود را از عارفان شمارند و
عالمے را بایں ورطہ اندازند و معلوم کہ

کے مطالب حاصل ہونیکی امید رکھنا بے فائدہ ہے
اور محض ان ورقوں کے پڑھ لینے سے وصول کی
آرزو رکھنا حماقت کی دلیل ہے کیونکہ تصوف عمل
کرنے کی چیز ہے نہ کہنے کی۔ پس جسقدر مشق بڑھاتا
جائیگا کام بڑھتا جائیگا چنانچہ بعضے اہل اللہ یعنے
ابو حفص حداد قدس سرہ فرماتے ہیں کہ تصوف وہم
پکانے کا نام ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں ہے
فے الواقع بات یہی ہے کہ جب یہ اوہام پک کر جان
کے مغز تک پہونچ جائیں تو عجیب و غریب آثار اس سے
خواص و عوام کو ظاہر ہوتے ہیں جس سے صاحب
مقام کو لذت ملتی ہے اور دیکھنے والے کو حیرت ہوتی
ہے مگر بعضے نادان جو اذکار اور مراقبات کے اقسام
کو جاننے لگتے ہیں اپنے کو صوفی کہتے ہیں اللہ تعالے
کا وسیع حلم ان کے گناہوں کو معاف کرے ورنہ ان
لوگوں نے اپنے ہلاک ہونے میں قصور نہیں کیا
ہے اور بعضے اس سے بھی گھٹکے ہیں کہ نام کے لئے
چند روز ہاتھ پاؤں مارتے ہیں جب اس کی لذت
اور اسکا اثر نہیں پاتے تو ان میں سے کچھ لوگ اس
سے قطع تعلق کرکے دنیاوی کاروبار میں پھنس جاتے
ہیں اور جو کچھ کر چکے ہیں اسکو بھی چھوڑ دیتے
ہیں اور کچھ لوگ اسیقدر پر اکتفا کرکے مکر و فریب
کا جال پھیلاتے ہیں اور اپنے کو عارف جاننے
لگتے ہیں اور ایک عالم کو ہلاک کرتے ہیں ظاہر ہے

بنائے فاسد برفاسد چہ سود و ہدا عاذنا اللہ وایاکم عن ہذہ المراتب مرد آنست کہ مردانہ قدم دریں راہ افشردہ انچہ داد طریقست بدہد و تا صاحب تاثیر نگردد بکسے صلا نزند ایں قدر برائے تنبیہہ غافل بس ست و الی اللہ ترجع الامور۔

اما بعد ایں خاتمہ موشح میگردد بذکر طریقے خاص برائے تربیت مرید صاحب اجتہاد پس ازانکہ ظاہرش بانواع صلاح آراستہ بود وباطنش بآراستگی پیراستہ شود رجاء واثق است کہ اگر برطبق ایں ترتیب قدم نہد از حضیض فرق بذروہ جمع رسد و مادر ضمن بیان شغل بعضے فوائد آں تقریباً ایراد کردہ ایم وہو ولی التوفیق وبافاضۃ المطالب حقیق وعلیہ التکلان فی کل حین و آن۔

تتمہ

بدانکہ علم بسیط است و مرکب اگر معلوم واحد است بجمیع جہات وحیثیات لامحالہ علم بسیط حاصل و مدرک می شود و اگر متعدد است لیکن بحیثیت اجمال مدرک گردد نیز بسیط است آرے اینقدر ہست کہ اول بسیط حقیقی است و ثانی بسیط حکمی اگر واحد ملحوظ و مدرک است بجہات وحیثیات یا متعدد ملحوظ و مدرک است بتفصیل شک نیست کہ علم مرکب است ہمیں حالتہ علیہ

کہ یہ سب بے سود ہے اور بناء فاسد بر فاسد اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے مراتب سے بچاوے۔ مرد وہ ہے کہ اس میں مردانہ وار قدم جما کر طریقت کا حق ادا کرے اور جب تک صاحب تاثیر نہ ہولے کسیکو کانوں کان خبر نہ دے۔ اسقدر غافل کی تنبیہہ کے لئے کافی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں سب کچھ ہے اس کے بعد یہ خاتمہ مزین ہے ایک خاص طریقہ کے ذکر میں اور یہ اس مرید صاحب تعلیم کے واسطے ہے جسکا ظاہر انواع اور اقسام صلاحیت سے آراستہ ہو چکا ہے اور قوی امید ہے کہ اگر اس ترتیب کے موافق چلتا رہے گا تو پراگندگی کی پستی سے جمع کی بلندی پر پہونچ جائے گا اور شغل بیان کرنے کے ضمن میں ہم نے کچھ اس کے فائدے بھی ذکر کردیئے ہیں خدا ہی کے ہاتھ میں توفیق ہے اور مطلب کو پہونچانا اسیکا کام ہے اور ہر آن میں اسی پر بھروسا ہے

تتمہ جاننا چاہیئے کہ علم دو قسم پر ہے بسیط اور مرکب اگر معلوم ہر جہت اور حیثیت سے واحد ہے تو ضرور علم بسیط ہوگا اور اگر معلوم متعدد ہے مگر بحیثیت اجمالی مدرک ہوتا ہے تو وہ بھی بسیط ہے ہاں اس قدر فرق ہے کہ پہلا بسیط حقیقی ہے اور دوسرا بسیط حکمی اور اگر واحد ہو لیکن چند جہت سے مدرک ہو یا متعدد بتفصیل مدرک ہو تو بے شبہ یہ علم مرکب ہوگا پس صوفیہ صافیہ

صوفیه صافیه وابسته بآں شد که علوم مرکبه را
برہم زده علم بسیط حضرت واجب الوجود بهم رسانند
بحیثیتیکه همه اوقات یا اکثر اوقات بایں جمعیت
سرافراز باشند و از تفرقهٔ خطور اغیار بهماں جمعیت
گریزند پس افنار ماسوی فنا فی اللہ ست و
فنائے از حضور ایں فنائے فنا است۔

لقمه

در گوشهٔ خالی به طهارت کامله متوجه قبله و چشم
بربسته زبان بکام محکم کرده اندیشه بر دل
گمارد که مضغهٔ دل لفظ اللہ میگوید اما من
نمی شنوم و جویائے شنیدن آں گردد
و تمام همت مصروف بر شنیدن آں دارد
که بعد از تراخیٔ زمان بعون اللہ تعالیٰ فے
الجمله حرکتے معلوم او شود چنانچه متوهم گردد
که ایں حرکت قلب است یا حرکت نفس
یا محض وسواس چوں اینجا رسد همت بیشتر
گمارد که ایں حرکت ظاهر تر گردد تا شبهه
حرکت نفس و وسواس برخیزد و تحقیق داند که مضغه
متحرک است و اللہ میگوید چوں بایں سعادت
مشرف شود پیوسته همت بآں گمارد که در خلا
و ملا از دل خود شنیده باشد بزبان خموش دریں
مرتبه دل ذاکر گردد و ظهور ایں دولت
بتفاوت مراتب شاغلیں است بعضے زود

علیہ کی ہمت اُس جانب ہے کہ علوم مرکبات کو تتر
بتر کر کے حضرت واجب الوجود کا علم بسیط اسطرح حاصل
کریں کہ ہر وقت یا اکثر وقت اس جمعیت سے ممتاز
رہیں اور جو تفرقہ کہ ماسوی اللہ کے دل میں آنے سے
پیدا ہو جاتا ہے اُس سے گریز کر کے اُسی جمعیت میں
پناہ لیں پس ماسوا کے فنا ہونے کو فنا فی اللہ کہتے
ہیں اور اس حضور سے فنا ہونے کو فنار فنا لقمہ
طہارت کاملہ کے ساتھ تنہائی میں قبلہ کی طرف متوجہ
ہو کر آنکھ بند کر کے اور زبان تالو میں چپکا کر سوچے کہ
دل کا ٹکڑہ لفظ اللہ کہتا ہے مگر میں نہیں سنتا اور
اُس کے سننے کی کوشش کرے اور اپنی ساری ہمت
اُسی جانب مصروف رکھے تھوڑے دنوں کے بعد انشاء اللہ
تعالیٰ کچھ نہ کچھ اسکو حرکت معلوم ہونے لگے گی جس سے
اسکو دل کی حرکت یا نفس کی حرکت یا وسواس کا
گمان ہوگا۔ جب اس درجہ تک پہونچے تو ہمت بلند
کرے تاکہ یہ حرکت زیادہ ظاہر ہو اور حرکت نفس
اور وسواس کا شبہ دفع ہو جائے اور تحقیقاً ثابت
ہو جائے کہ دل کا ٹکڑہ متحرک ہے اور اللہ کہتا ہے جب اس
درجہ تک پہونچے تو ہمیشہ اپنی ہمت اور بڑھا دے
کہ ہر وقت خلا اور ملا میں باوجود زبان بند ہونیکے
دل کی آواز سنتا ہے اس حالت میں دل ذاکر ہو جاتا
ہے۔ مگر اس دولت کے حاصل ہونے میں
ہر شخص کا حال مختلف ہوتا ہے بعضوں کو جلدی اور

ولبعضے دیر وبعضے باندک توجہ وبعضے بہ
بسیار توجہ وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ
اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ
الْکَافِرُوْنَ ؛

لقمہ

گاہ باشد کہ جریان نفس مانع ظہور ایں
حرکت شود دریں صورت نفس را در زیر
ناف حبس کند تا دل حکم طشت آب گیرد
کہ از تموج محفوظ بود تا صورت حرکت معائنہ
گردد وآں قدر حبس نہ کند کہ مورث امراض
مہلکہ گردد کہ ضرر ایں بیشتر از ضرر عدم حبس
گردد چوں حبس کند آنقدر کند کہ طاقت آں
داشتہ باشد وچوں سر دہد باآہستگی سر دہد
ودریں وقت نیز مراعی آں حرکت بود ؛

لقمہ

چوں حرکت معلوم گشت وجریان ذکر قلب پیدا
آمد در حفظ آں کوشد کہ ایں حرکت چناں ضعیف
بود کہ باندک مانع ومزاحم برطرف شود و ہر چند سعی
کند نیاید بلکہ سعی نیز موجب عدم جمعیت وسبب
فقدان حرکت باشد لیکن مایوس نگردد وبعجز و
انکسار وخشوع وخضوع طلب ضالہ خود کند
واکثر سبب فقدان ایں سررشتہ حدیث
نفس است یا خطرہ یا علم یا شیاء متکثرہ

بعضوں کو دیر کے بعد اور بعضوں کو ادنےٰ توجہ میں اور
بعضوں کو زیادہ کوشش کے بعد حاصل ہوتا ہے
وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ
مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکَافِرُوْنَ ؛
یعنی خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو کیونکہ ناامیدی
اُس کی رحمت سے کافروں کا کام ہے **لقمہ**
کبھی دم جاری رہنے سے یہ حرکت معلوم نہیں ہوتی
اُس کے دفع کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ دم کو ناف کے
نیچے حبس کرے تا کہ دل کی کیفیت ایسی ہو جائے جیسے
طشت کا پانی کہ موج سے محفوظ ہے اور حرکت
معلوم ہونے لگے مگر حبس اتنا نہ کرے جس سے امراض
مہلکہ پیدا ہو جائیں کیونکہ اس کا ضرر حبس نکرنے سے
زیادہ ہے بلکہ حبس اپنی طاقت کے قدر پر کرے
اور دم چھوڑنے تو آہستہ سے چھوڑے اور اُس وقت
بھی اُس حرکت کا لحاظ رکھے **لقمہ** جب حرکت
معلوم ہونے لگے اور ذکر حاصل ہو جائے تو اُس کی
خوب محافظت کرے ورنہ یہ حرکت ایسی ضعیف ہے
کہ ادنیٰ مانع سے جاتی رہے گی اور پھر کوشش اور
محنت سے نہ ملیگی بلکہ کوشش بھی تفرقہ کا باعث
اور حرکت گم ہو جانے کا سبب ہو گی اس سے ناامید
نہ ہو بلکہ عجز وانکسار اور خشوع وخضوع سے اپنا
گم گشتہ تلاش کرے اور حرکت گم ہو جانیکا سبب
اکثر حدیث نفس ہوا کرتی ہے یا خطرہ یا اشیاء متکثرہ

چنانچہ گذشت در مبدأ وصل آخر و پیدا است
کہ توجہ دل باصالت بطرف دو امر در آن واحد
محال است **لقمہ** وچون این امر جلیل القدر
دست دہد محقر و مضمر شمارد و در پرورش
این نسبت شب و روز باشد و چون سخت
احتیاج افتد بامر دیگر پردازد و نوافل و وظائف
و تلاوت قرآن و جز آن ہر چہ باشد بگذارد
اگر مخل شود و اگر مخل از حفظ نسبت نہ شود بکند
کہ مؤید خواہد بود و خود را باین نسبت دہد و
اندک اندک چشم را بکشاید و بہ نسبت حاضر
باشد تا ملکہ آن گردد کہ چشم کشادہ متوجہ
قلب باشد (**خلوت در انجمن**) ہمین
است بتائید یزدانی این نسبت قوت گیرد
عند النسیان باندک توجہ دریابد و بود دریافت
بیشتر ماند و امتداد کشد و بہر مانعے و
مزاحمے زائل نہ شود و دریں مرتبہ لذت زاد
بذکر یابد و جمعیت رو دہد

لقمہ

چون حال حرکت رسد کہ استماع ذکر لفظ
اللہ از زبان دل بریخ نکشد آن حرکت کہ
منتشی از قلب صنوبری بود و در بدن منتشر گردد
و طریق انتشار آن بود کہ اولاً در عضوے از
اعضائے سالک ظہور کند و ہمچنان کہ

کا علم چنانچہ دوسرے وصل کی ابتداء میں اس کا بیان
ہو چکا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ بالاصالۃ دل کا
دو طرف متوجہ ہونا محال ہے **لقمہ** جب یہ
جلیل القدر کام حاصل ہو جاوے تو اسکو حقیر اور ذلیل
نہ سمجھے بلکہ اس نسبت کی شب و روز پرورش کرے
اور جب سخت حاجت پڑے تب دوسرے کی
طرف توجہ کرے اور نوافل اور وظیفہ اور تلاوت قرآن
وغیرہ اگر مخل ہوں تو اُن کو چھوڑ دے اور اگر حفظ
نسبت میں مخل نہوں تو کرنا چاہیئے کہ وہ بھی مؤید
ہونگے اور اپنے تئیں اس نسبت میں لگاوے اور
تھوڑی تھوڑی آنکھ کھولے اور نسبت کا احضار کرے
تاکہ ایسا ملکہ ہو جائے کہ آنکھ کھولکر قلب کی طرف متوجہ رہے
(**خلوت در انجمن**) اسی کو کہتے ہیں توفیق الٰہی
سے یہ نسبت قوت پکڑے گی اور نسیان کے وقت
تھوڑی سی توجہ میں پائے گا اور دریافت کے بعد
زیادہ ہوگی اور بڑھتی جائے گی اور کسی مانع اور مزاحم
سے زائل نہ ہوگی اس مرتبہ میں ذکر سے لذت پاویگا
اور جمعیت حاصل ہوگی **لقمہ** جب حرکت کی حالت
اس درجہ تک پہونچ جائے کہ زبان دل سے لفظ اللہ
کا سننا تکلف نہ ہو تو وہ حرکت جو قلب صنوبری
سے پیدا ہوتی ہے بدن میں پھیل جائے گی اُس
کے پھیلنے کی صورت یہ ہے کہ پہلے سالک کے کسی
عضو میں ظاہر ہوگی اس طرح پر کہ جیسے دل کے

آنحرکت از مضغۂ دل معلوم او باشد آنچنان
ازان عضو معلوم او گردد لیکن شرط آنست کہ
بحرکت آن عضو توجہ ننماید و متوجہ قلب باشد
گاہ دست متحرک بیند و گاہ پاے و گاہ سر
بے آنکہ قصد حرکت آن عضو کردہ باشد کہ
از توجہ بعضو غفلت از دل برخیزد و راس رئیس
درین کار دل است و اعضا تابع او لقمہ چون
نور ذکر روی بانتشار آرد در اندک فرصت جمیع
اقطار بدن را احاطہ کند و از سر تا ناخن پاے
بذکر معمور گردد و احوالہاے مختلف رو نماید و گاہ
شادان و خندان گاہ افسردہ و حیران و گاہ گریان
و بریان اما ہیچ ملتفت نشدہ اشتغال بذکر اہم
مہمات دینی و دنیوی داند و بتائید الٰہی چنان شود
کہ بیک مرتبہ از تمام بدن ذکر اللہ بشنود ہمہ اعضا
بادل موافقت نماید بیک صوت و یک صدا درین
حال گاہ غلبۂ ذکر در بعضے اعضا بیشتر باشد و در
بعضے کمتر بود و گاہ در جمیع اعضا متساوی
باشد اما عند المساوات لذت بیشتر یابد و این
حالت را در اصطلاح قوم سلطان الذکر گویند
لقمہ علم بذکر قلب در اوائل بے مدد سامعہ باشد و
بعد استقرار ذکر در قلب اکثرے را شنیدن بگوش حس
شود و واسطۂ استماع بر سالک صاحب فطرت درین
مقام خود بخود روشن گردد اما آنکہ بذکر دل سالک غیرے

دل کے ٹکڑے میں حرکت معلوم ہوتی ہے ویسے ہی
اس عضو میں معلوم ہوگی لیکن اسمیں شرط ہے کہ حرکت عضو
کی طرف نہ متوجہ ہو بلکہ دل کی طرف متوجہ رہے کبھی ہاتھ متحرک
ہوگا اور کبھی پاؤں اور کبھی سر بلا قصد کے کیونکہ عضو کیطرف
توجہ کرنے سے دل غافل ہو جائیگا حالانکہ اس کام کا افسر دل
ہے اور اعضا اسکے تابع ہیں لقمہ جب ذکر کا نور پھیلنے لگیگا
تو تھوڑے عرصہ میں چاروں طرف سے گھیر لیگا اور سر سے
پاؤں کے ناخن تک ذکر میں معمور ہوگا اور مختلف حالات
ظاہر ہونے لگیں گے تو کبھی شادان اور خندان ہوگا اور کبھی افسردہ
و حیران اور کبھی گریان اور بریان لیکن چاہیئے کہ ان حالتوں
میں التفات نکرے اور ذکر کا مشغلہ دنیا کے اہم مہمات سے
سمجھے پھر تو مدد الٰہی اسپر ایسی ہوگی کہ ایکبارگی تمام بدن
سے اللہ کا ذکر سنے گا اور سارے اعضا دل کے
ساتھ ہم صورت و ہم صدا ہو جائیں گے اس حالت
میں کبھی بعض اعضا میں ذکر کا غلبہ زیادہ ہوگا اور
بعض میں کم اور کبھی تمام اعضا میں برابر ہوگا
تو بہت لذت حاصل ہوگی اصطلاح صوفیہ میں
اس حالت کو سلطان الذکر کہتے ہیں لقمہ
ذکر قلب کا علم اوائل میں بے مدد سامعہ کے ہوتا
ہے اور جب ذکر قلب میں قرار پکڑ لیتا ہے تو اکثروں
کو کانوں سے سنائی دیتا ہے اور سالک صاحب
فطرت کو سننے کا ذریعہ اس مقام میں خود بخود ظاہر
ہو جاتا ہے مگر عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ سالک

من حیث الاستماع اطلاع یابد غلط عوام
است پس ذکر دلِ سالک ہم تواند شنید
پس قومے کہ بایں میل دارند کہ آواز ذکر
سالک غیر او از دور و نزدیک علے تفاوت
درجات السامعین والذاکرین تواند شنید
اصلے ندارد و بہمیں اشارت کردہ است
صاحب معدن المعانی شیخ شرف الدین
یحیی منیری قدس سرہ گروہے کہ از بعض اہل
اکتساب چنیں حوادثے نقل مے کنند ہمانا
سبب آں بود واللہ اعلم کہ چوں ذکر از سینہ
کشند صدائے ضعیف بمعاونت حنجرہ پیدا
آید سامع پندارد کہ آواز دل است و ایں
آں نبود و ما ایں قسم دیدہ و شنیدہ ایم۔
لقمہ باشد کہ سالک را ذوق بر انکشاف
سرے از اسرار غالب شود و ایں معنی او را از ترقی
مانع بود و اگر باطن او را بسیار تشویش دہد بباطن و ظاہر
بہ شیخ مع مراعات الادب رجوع نماید اگر شیخ صوابدید
حال او و حل آں داند اعلام بخشد صراحۃً و کنایۃً
والا اغماض فرماید کہ ہنوز وقت کشف آں نہ رسیدہ
لقمہ مقصود از ذکر فنا در مذکور است لیکن ہمت
بر مجرد تلفظ کلمہ جلالہ من اللسان والجنان
ندارد کہ اگر چہ من وجہ فائدہ دارد لیکن موصل
بسوئے مقصود بے حضور مذکور نمی شود چہ

کے دل کا ذکر غیر شخص سنتا ہے اور خبر دار ہو جاتا ہی
وہ غلط ہے پس ایک قوم جو قائل ہے کہ سالک کے
دل کی آواز غیر شخص دور سے یا نزدیک سے حسب
تفاوت درجات سامعین اور ذاکرین سن سکتا
ہے بے اصل ہے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے
صاحب معدن المعانی شیخ شرف الدین یحیی منیری رح
نے ایک گروہ نے جو بعض صاحب کیفیت سے
ایسی آواز کو نقل کیا ہے غالباً اُسکا سبب واللہ اعلم
یہی ہوگا کہ جب ذکر کو سینے سے کھینچتے ہیں تو خفیف
سی آواز گلے سے پیدا ہوتی ہے سننے والا دل کی آواز
سمجھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور ہمنے اس قسم کو
دیکھا اور سنا ہے لقمہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی سر کے
ظاہر ہونیکا ذوق سالک پر غالب ہو جاتا ہے یہ بات
اُس کی ترقی کی مانع ہوتی ہے اور جب باطن میں سکے
پھر تشویش پیدا ہو جائے تو ظاہراً اور باطناً مع رعایت
آداب کے شیخ کی طرف رجوع کرے پس اگر شیخ
مناسب سمجھے اور اُسکا دفعیہ کر سکے تو صراحۃً یا کنایۃً
اس کی ترکیب بتلادے اور نہیں تو موقوف رکھے کہ ابھی
اُس کے کشف کا وقت نہیں آیا ہے لقمہ
ذکر سے مقصود یہ ہے کہ مذکور میں فنا ہو جائے پس
زبان اور دل سے کلمہ جلالہ کے تلفظ پر اکتفا نہ کرے
کیونکہ اس سے اگر چہ کچھ نہ کچھ فائدہ ہوگا لیکن مقصود
تک بغیر حضور مذکور کے نہیں پہونچے گا اسواسطے کہ

مقصد از ذکر فنا در مذکور است نہ فنا در اسم
مذکور لقمہ از عجائب حالات و غرائب
واردات سالکان مسالک این مرتبہ آنست
کہ علم بذکر کائنات دست دہد و لو ندر نگاہ و باید
کہ دریں بند نشود کہ مقصود بیشتر است و اینجا
دقیقہ الیست باید نگاہداشت دریں مرتبہ
مشتبہ مے شود دو امر بر سالک بعضے مثلاً
بذکر اللہ مشغول اند مے شنوند کہ دشت
ہم اللہ میگوید و دیوار و حجرہ و حجر ہم اللہ مے
گوید دست و پائے ہم اللہ میگوید این
از قبیل استیلائے ذکر ذاکر است بر
ذاکر نہ از قبیل استماع ذکر کائنات زیرا نکہ
ہر مکونے را ذکر خاص است حالی
چنانچہ اکثرے علما بریں اند یا مقالی
کہ بعضے برآں میل دارند پس
تفقہ تسبیح ہر کدام با دراک معانی
متغائرہ متفاوتہ است حتے
کہ شخوص کائنات بذکر ہائے مختلف
ممتاز اند و ہر جنسے و نوعے بہ یک ذکر
معین مشغول باشند اما خصوصیات
شیون مقتضی خصوصیات ذکر است
واما اگر در حالت ذکر اللہ از دیوار
ذکرے خاص و

ذکر سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ مذکور میں فنا ہو جائے
نہ کہ اسم مذکور میں لقمہ اس مرتبہ کے سالکوں کو
جو عجائب حالات اور غرائب واردات حاصل ہوتے
ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مخلوقات جو ذکر کرتے
ہیں اس کا عالم ہوتا ہے اگرچہ بتدریج سہی چاہیئے کہ
یہیں رک نہ جائے کیونکہ مقصود ابھی بہت پرے ہے
یہاں پر ایک باریک بات ہے اس کو خیال رکھنا
چاہیئے وہ یہ ہے کہ اس مرتبے میں سالک کو دو بات
میں اشتباہ پڑتا ہے ایک یہ ہے کہ مثلاً بعضے
جب اللہ کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں تو جنگل اور
صحرا اور دیوار پتھر کنکر ہاتھ پاؤں سے اللہ اللہ
سنتے ہیں یہ اسوجہ سے ہوتا ہے کہ ذاکر پر ذکر کا
غلبہ ہو جاتا ہے نہ اس وجہ سے کہ مخلوقات کا
ذکر سنتا ہے کیونکہ ہر مخلوقات کا ایک ذکر خاص
حالی ہے چنانچہ اکثر علما کی یہی رائے ہے
اور بعضے مقالی کے بھی قائل ہیں پس ہر ایک کی
تسبیح کا جاننا یہ ہے کہ معانی متغائرہ متفاوتہ
کا ادراک ہو اور ہر شخص مخلوقات کے مختلف
اذکار ہیں اور ہر جنس اور ہر نوع کے لئے ایک
ذکر معین کا شغل رہتا ہے مگر طرز خصوصیت
کا مقتضا یہ ہے کہ ذکر ہر ایک کے لئے مخصوص
ہو دوسری بات یہ ہے کہ سالک ذکر کے وقت
دیوار کا ایک ذکر خاص سنتا ہے اور

ازدرذکرسے خاص وازسجادہ ذکرے
خاص وعلی ہذاالقیاس شنیدن تواند کہ از
قبیل اطلاع بذکر کائنات باشد اگرچہ دریں
مرتبہ ہنوز احتمال باقیست لقمہ بعد وصول
بایں مرتبۂ قصورسے ورتبہ علیا گاہ باشد کہ
در اشتار توجہ تام بسوئے مضغہ صنوبری در
مضغہ در شریانات حرکتے ادراک کنند غیر
حرکت اولی در کیفیت چہ حرکت اولے
منفصل بود وایں حرکت متصل باشد مثلاً
حرکت اولی بمشابہ حرکت ہو ہو بتوالی وتکرار
ایں کلمہ باشد وحرکت ثانیہ بمشابہ یک کلمہ
ہواست کہ ممدود باشد صورت تخرج دائم
ساکن وایضاً مثل اولی مثل آواز آبشار یست
کہ قدرے آب از محلے بر محلے افتد وآواز
در ہر دو محل از یکدیگر منقطع مع التوالی مسموع
شود ومثل ثانیہ مثل آواز چادر آبے است کہ
یک لخت از بالا بہم افتد بے انقطاع بعض الماء
عن بعض وایضاً مثل اولین چوں آواز مطرقہ است
کہ برسندان بہم زنند وآخریں چوں آواز ظرف
روئین است کہ یکبار بچیزے زدہ باشند وصدائش
ممتد شود قطع نظر از تفاوت قوت وضعف صوت
در اول وآخر وایں حرکت ثانیہ الطف است بہ
نسبت اولی ولہذا محسوس بعد از مشق بسیار

دروازہ سے ایک ذکر خاص اور سجادے سے ایک ذکر
خاص علی ہذا القیاس البتہ ہوسکتا ہے کہ یہ ذکر
مخلوقات کا ہو مگر پھر بھی اس مرتبہ میں احتمال ہے
لقمہ اس مرتبۂ اعلیٰ اور رتبہ علیا پر پہونچنے کے بعد
کبھی صنوبری دل کی طرف توجہ تام کی حالت میں دل
اور شریانات میں ایک حرکت معلوم ہوتی ہے جس
میں پہلی حرکت کی سی کیفیت نہیں ہوتی کیونکہ پہلی
میں حرکت متصل ہوتی ہے اور اس میں منفصل
مثلاً پہلی میں ہو ہو کی حرکت اس کلمہ کی تکرار سے
ہوتی ہے اور دوسری میں فقط ایک کلمہ ہو کی دراز
معلوم ہوتی ہے اور مثال پہلے کی ایسی ہے جیسے
جھرنے سے پانی گرنے کی آواز کہ تھوڑا سا ایک جگہ
سے دوسری جگہ گرے اور دونوں جگہ کی آواز ایک
دوسرے سے جدا پیہم سنی جائے اور دوسری کی مثال
چادر آبی کی آواز کی مثل ہے کہ یک لخت پیہم گرے
بغیر اس کے کہ سلسلہ اس کا منقطع ہو اور ایک مثال پہلی
کی مثل آواز نہائی کے ہے جو پیہم ہتھوڑا مارنے سے
پیدا ہوتی ہے اور دوسری کی مثال کانسی کے برتن
کی آواز کی مانند ہے جو ایک مرتبہ مارنے سے
پیدا ہوتی ہے اور دیر تک رہتی ہے علاوہ اول اور
آخر آواز کے کہ بحسب قوت اور ضعف کے متفاوت ہے
اور آخر کی حرکت بہ نسبت اول کے بہت لطیف
ہوتی ہے اسی وجہ سے بہت مشق کے بعد معلوم

گردد و باید دانست کہ حرکتِ اولی کہ منفصل
است سالک آن را حمل بر کلمۂ اللہ یا کلمۂ حق
یا کلمۂ ہو و امثال ذلک می تواند کرد زیرا کہ ہر
کلمہ را صوتیست کہ مر او را ابتدا و انتہا پیدا
است پس صوت منقطع کہ ہر جزو آن را مبتدا
و منتہا متعین است حمل بر آن کلمات منقطعہ
تواں کرد اما حرکت ثانیہ کہ منفصل واحد است
بے اعتبار مبادی و نہایات آن را چگونہ بر
کلمات منفصلہ مشتملہ علی المبادی والنہایات حمل
تواں نمود پس این را بر مذکور حمل نمایند نہ بر
ذکر یعنی بر مسمی نہ بر اسم بخلاف حرکت اولی کہ
محمول بر ذکر و اسم است و مذکور و مسمیٰ ضمناً
مستفاد است و این جا مذکور و مسمیٰ اصالتاً
معتبر است ایں چنیں شنیدہ شد از بعضے مشائخ
رحمہم اللہ و تفصیل دریں مقام این است
کہ اگر گوئی مذکور و مطلوب باطلاق موصوف
است کہ صفت اطلاق ہم بر طریق قید آنجا
نتواں اطلاق کرد یعنی لابشرط شے نہ بشرط لا
شے و آنچہ دریں مقام سالک ادراک می کند از
حرکت ثانیہ از عالم محسوسات است پس آنرا حمل
بر مقصود چہ قسم تواں نمود گوئیم راست میگوئی اما باید کہ
در آنچہ نوعے از اطلاق است اقرب و امثل است بمقصود
بنسبت آنچہ در نوعے از تقیید است و چوں حرکت ثانیہ

ہوتی ہے جاننا چاہیئے کہ حرکت اول منفصل کو
کلمہ اللہ یا کلمۂ حق یا کلمہ ہو وغیرہ پر سالک حمل کر سکتا
ہے اسوجہ سے کہ ہر کلمہ کے واسطے ایک آواز ہے
جس کی ابتدا اور انتہا ہے پس آواز منقطع کو بلا اعتبار
ابتدا اور انتہا کے جس کے ہر جزء کا مبتدا اور منتہا متعین
ہے کلمات منقصلہ پر حمل کر سکتا ہے لیکن حرکت
ثانی کو جو منفصل واحد ہے کلمات منفصلہ پر جس میں
مبدا اور منتہا ہے کیسے حمل کر سکتا ہے پس اسکو
مذکور پر حمل کرتے ہیں نہ ذکر پر یعنی مسمی پر حمل کرتے
ہیں نہ اسم پر بخلاف حرکت اول کے کہ اسکو ذکر اور
اسم پر محمول کرتے ہیں اور مذکور اور مسمی اس میں ضمناً
حاصل ہوتا ہے اور یہاں پر مذکور اور مسمی اصالۃ بعض
مشائخ رحمہم اللہ سے یوں سنا گیا ہے اس مقام
کی تفصیل یوں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ مذکور اور مطلوب
ایسا مطلق ہے کہ اطلاق کو قید کے طور پر نہیں
بول سکتے یعنی لابشرط شے کے مرتبے میں ہے
بشرط لاشے کے مرتبے میں نہیں اور سالک جو
اس مقام میں حرکت ثانی کو جو عالم محسوسات سے
ہے دریافت کرتا ہے اس کو مقصود پر کیسے
حمل کر سکتا ہے اس کے جواب میں ہم کہیں گے
کہ بات تو سچ ہے مگر یہ بھی جان لو کہ جسمیں کچھ اطلاق
ہے وہ مقصود سے قریب تر ہے بنسبت اس
کے کہ جس میں کچھ تقیید ہے اور جب یہ نسبت

اطلاقے دارد بہ نسبت حرکت اولی اشبہ بمقصود و
آید بہ نسبت حرکت اولی تقییدے دارد و
در نفس الامر ہر دو از عالم تنزلات است و مظاہر
اسما و صفات و در سلوک این جادہ مقصود آن
زمان رو نماید کہ بفنار فنا و بقار بقا نزول
کند و آن بیشتر است اینجا حکایتے برائے
تتمیم کار تقریباً می نویسیم فقیر در مبادی احوال روز
در طلبگاری نہج مستقیم بطریق قویم پیش بزرگے
رفتم و قبل زین خالی از مشغولی نبودم بلکہ مشغولی
من صورتے بہم رسانیدہ بود اما تعطش ہمراہ باقی
بود و مشغولی من نبود مگر از عالم فکر فرمود کہ مناسب
حال تو آنست کہ مشغولی صوت سرمدی کنی
صوت لایزالی گویند و در جوگ آنرا انہد
گویند گفتم عنایت فرمایند گفت ہر دو
سوراخ گوش خود را از انامل سبابتین
محکم بند کن و متوجہ شو کہ در دماغ تو آوازی
مثل آواز افتادن آب از بالا بہم مسموع تو مے
گردد و خود را تمام متوجہ شنیدن آن آواز کن
و یک لحظہ از آن غافل منشین و چون رسوخے
پیدا کند اندکے آن ہر دو انگشت را سست بکن
و باز متوجہ شو کہ از شور عالم آن صوت از تو غائب نشود و
ہمچنان تا بجا رسانی نہ بہ دکوک کردن انگشتان آن صوت بشنوی
و شور عالم و عالمیان ترا مزاحمت نرساند بلکہ صوت سرمدی

حرکت اول کے جس میں تقیید ہے حرکت ثانی میں
زیادہ اطلاق ہے اس وجہ سے وہ مقصود کیساتھ زیادہ
اشبہ ہے اور واقع میں یہ دونوں حرکتیں عالم تنزلات
اور مظاہر اسما اور صفات سے ہیں اور اس راہ کے
چلنے میں مقصود اسوقت حاصل ہوتا ہے کہ فنا رفنا اور
بقار بقا کا مرتبہ حاصل کرے اور یہ بات بہا پیر اکثر
ہوتی ہے یہاں پر ایک حکایت اس کام کے تکملہ
کے لئے لکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں اوائل حال میں ایک
دن راہ مستقیم کی طلب میں ایک بزرگ کے پاس
گیا اس کے پہلے بھی مشغولی سے خالی نہ تھا بلکہ میری
مشغولی نے ایک صورت پیدا کرلی تھی لیکن مجھکو تشنگی
باقی تھی اور میری مشغولی عالم فکر کی تھی اُن بزرگ
نے فرمایا کہ تیرے مناسب مشغولی صوت سرمدی ہے
جس کو صوت لایزالی اور جوگ انہد کہتے ہیں میں
نے کہا پھر مجھے وہ بتلا دیجئے فرمایا کہ دونوں سبابہ
انگلیوں سے دونوں کانوں کے سوراخ خوب بند
کرکے متوجہ ہو کہ تجھکو آواز سنائی دے گی جیسے
پیہم پانی اوپر سے گرتا ہو تو اس آواز سننے پر متوجہ
ہو اور ایک لحظہ غافل نہ ہو جب اس میں استحکام
ہو جائے تو تھوڑی سی انگلی ڈھیلی کرکے متوجہ ہو
کہ عالم کے شور سے وہ آواز بند نہ ہوگی اسی طرح
مشق بڑھا کر بغیر کان بند کئے وہ آواز سنائی دینے لگے
اور عالم اور اہل عالم کا شور مزاحمت نہ ہو بلکہ یہ سرمدی

برتو غالب از اصوات دیگر باشد و ترا درین
مقام شوقے فراگیرد کہ در گفتن و نوشتن نیاید و
بعضے فلفل گرد در پنبہ پیچیدہ در صماخ گوش محکم
نمایند کہ از حرارت فلفل آں صوت قوت گیرد و
از بعضے شنیدم کہ باآں جسم یک رشتہ ہم وصل
کنند کہ چوں درون صماخ از ان محکم کنند تحمل
کہ اندروں درآید و برآوردن مشکل گردد
واگر رشتہ داشتہ باشد برکشند یا فلفل
را در حریرے پارچہ سرخ رنگ پیچیدہ در
صماخ محکم کنند تا حرارت بیش از بیش
حاصل گردد و صوت بسیار قوت گیرد و آں فلفل
بعد از حولان حول برائے بیماری چشم بسیار
نافعست من روبروئے آں بزرگ و دوانا مل
سبابہ خود چنانچہ فرمودہ بود محکم کردم فی الواقع
آوازے شنیدم چنانچہ گفتہ بود و بزمانے متوجہ
بودم چیزے یافتم کہ بیش ازیں نبود گفتم مولانا
آخر مقصودے کہ نقاب از چہرہ بکشاید کہ من در
طلب آنم و مرتبہ شوق فزونتر از انست فرمود
میاں میر لاہوری و یاران ایشاں ہمیں شغل داشتند
و ہمیں صوت سرمدی را حضرت حق میگفتند
ازانجا کہ طالب علم بودم و نظر بر کتب متداولہ افتادہ
بود در بدایت حال دانستم ازیں سخن بغایت کوفتہ
شدم و ایں شغل را برغم انف قائلہ ترک دادم

آواز تمام آوازوں سے تجھ پر غالب ہو جائے پھر تجھ
کو ایسا شوق پیدا ہوگا کہ لکھنے اور کہنے سے باہر ہے
اور بعضے گول مرچ کو روئی میں لپیٹ کر کان کا سوراخ
خوب بند کر لیتے ہیں اُس کی حرارت سے آواز قوی ہوتی
ہے اور میں نے بعضوں سے سنا ہے کہ مرچ میں
دھاگا یا تانت کو کہتے ہیں اس غرض سے کہ شاید
کان کے اندر جا رہے اور نکل نہ سکے تو دھاگے
کو کھینچ کر نکال لیں یا مرچ کو سرخ حریر میں لپیٹ کر کان
میں رکھتے ہیں اس سے بہت حرارت پیدا ہوتی ہے
اور آواز بہت قوی ہو جاتی ہے اور سال بھر
کے بعد وہ مرچ آنکھوں کی بیماری کے لئے بہت
مفید ہے اُن بزرگ کے مقابلہ میں موجب اُنکے
فرمانے کے میں نے دونوں انگشت سبابہ سے اپنے دو
کان بند کئے فی الواقع جیسا فرمایا تھا ویسی ہی آواز سنائی
دی چنانچہ تھوڑے عرصہ تک میں اُس میں متوجہ رہا
اور ایسا مزہ پایا کہ اُس کے قبل کبھی نہیں پایا تھا
میں نے کہا کہ مولانا آخر مقصود جسکا میں طالب ہوں
کب ملیگا اور شوق بھی بڑھا ہوا ہے۔ فرمایا کہ میاں
میر لاہوری اور اُن کے تلامذہ کا یہی شغل تھا اس
سرمدی آواز کو حضرت حق کہتے تھے چونکہ میں اسوقت
طالب علم تھا اور کتب متداولہ پر نظر بھی بڑی تھی اور
ابتدائی حال تھا اس بات سے مجھ کو رنجیدگی
پیدا ہو گئی اور اس شغل کو اُٹھنے کے لئے

تا در مدینہ منورہ بنور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مخدومنا شیخ خود شیخ یحییٰ مدنی رضی اللہ
عنہ رسیدم این سخن را نقل کردم حضرت
ایشان فرمودند این شغل نیک مفید است
و مشترک میان صاحب کرامتان و صاحب
استدراجان و اثر مترتب بر این اینست
کہ خاطر مشتت را جمعیتے مے آرد و از ہمہ
یکسو میگرداند و این صورت ربطے میگردد
میان این شخص و مقصود او مورث مے شود
مر ربودگی و غیبت را کہ مقدمہ فنار الفنا است
و آنچہ مے گویند حق ہمین است باعتبار
مشابہت ہماں اطلاقے است کہ دریں
مضمر است و الا لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَ
هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ؕ و بیان اعتبار
مشابہت اطلاق و تقیید آنست کہ بالا در
حرکت اولے و ثانیہ ابرا دریافت لقمہ
چوں این حرکت کہ معبر بحرکت متصل است
مدرک سالک گردد انتشار آں در تمام بدن
بعضے را بسبب صفائی مزاج و قوت حرکت
میسر گردد و بعضے را در عضوے از اعضاء
حاصل آید بہر تقدیر ظہور این موجب توجہ بمقصود
باشد و اگر توجہ بمقصود ظہور نکند توجہ
بمضغہ نماید بے اعتبار اسم و اگر دشوار آید

چھوڑ دیا جب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے نور کی
برکت سے مدینہ منورہ پہونچا اور اپنے پیر و مرشد
حضرت شیخ یحییٰ مدنی کی خدمت میں حاضر ہوا تو
اس قصہ کو بیان کیا آپ نے ارشاد فرمایا یہ شغل بہت
مفید ہے اور اصحاب کرامت اور اہل استدراج
کے درمیان میں مشترک ہے اور اس کا یہ اثر
ہے کہ پراگندہ خاطر کو جمعیت اور یکسوئی پیدا کرتا ہے
اور یہ آواز مقصود اور اس شخص میں ربط دیتی ہے
اور ربودگی اور بیخودی اور غیبت جو فنار الفنا کا مقدمہ
ہے پیدا کرتی ہے اور جو لوگ اسی کو حق سمجھتے ہیں
تو اس اعتبار سے کہ اطلاق کی مشابہت اس
میں محض ہے اور نہیں تو حق تعالیٰ کی شان تو یہ ہے
کہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ
اور اعتبار مشابہت اطلاق اور تقیید کا بیان قبل
اس کے حرکت اولیٰ اور ثانیہ میں ہو چکا ہے
لقمہ جب یہ حرکت جس کو متصل کہتے ہیں سالک
کو معلوم ہوتی ہے تو بعضوں کو مزاج کی صفائی
اور قوت حرکت کے باعث سے تمام
بدن میں پھیل جاتی ہے اور بعضوں کو کسی عضو
خاص میں بہر صورت اس کا ظہور مقصود کی طرف
متوجہ ہونے کا باعث ہے اگر مقصود کی طرف توجہ
ظاہر نہ ہو تو بلا اعتبار اسم کے دل ٹکڑے کی طرف
توجہ کرے اور اگر بلا اعتبار اسم کے مقصود کی طرف

توجہ بمقصود بے اعتبار اسم پس توجہ کہ در
ضمن اسم باد درین مرتبہ توجہ باسم فقط بے اعتبار
مسمی بسیار ضرر دارد بلکہ این مرتبہ در جنب آن
مرتبہ کفر باشد حسنات الابرار سیئات
المقربین بیان ہمین است و باید کہ علم باین
حرکت منفصل ہمچو حرکت منطبق بر آن حرکت منفصل
باشد کہ مقدار آنچہ دارد ہمان علم دارد و بایراے
امتداد آن علم حیلہاے انگیزیم کہ ثواب
و عقاب و قرب و بعد و حضور و غیبت
مترتب بر ہمان علم است و چون اصل در ہر دو
حرکت مضغہ است تا ممکن باشد علم باین
حرکت مستفاد از مضغہ کنند نہ از عضو دیگر
کہ توجہ بغیر مضغہ موجب توجہ بعضوے دیگر
اندکست بخلاف توجہ بمضغہ کہ موجب توجہ
بسائر اعضا زود مے شود و چون
سائر بدن باین حرکت مشرف گردد مذکور
را بر حرکت تمام بدن انطباق دہد و علم
را بآن مذکور منطبق سازد و درین وقت
انطباق اشیاء ثلثہ یعنی حرکت کل
بدن و مذکور کہ مدلول کلمہ اللہ است و مسمی
اوست و علم بہ مذکور بیکدیگر ہمچون
انطباق مسافت و حرکت و زمان کہ
در مباحث اعراض در

توجہ دشوار ہو تو اسم کے ضمن مین توجہ کرے مگر اس
درجہ مین بلا اعتبار مسمی کے فقط اسم کی طرف توجہ
کرنے مین سخت ضرر ہے بلکہ یہ مرتبہ اُس مرتبہ کے
مقابل مین کفر ہے حسنات الابرار سیئات المقربین
اسیکا بیان ہے اور چاہیئے کہ اس حرکت منفصل کا
علم ایسا ہو کہ گویا اس حرکت منفصل کے برابر حرکت
ہے کیونکہ مقدار سوائے اُس علم کے دوسرے
مین نہیں ہے اور ہم اُس علم کے بڑھانے کے
اسباب پیدا کرتے ہین کیونکہ ثواب اور عقاب اور قرب اور
بعد اور حضور اور غیبت اسی پر موقوف ہین اور جب دونون
حرکتوں میں دل مجازی اصل ہی اسواسطے اگر ممکن ہو
اسی دل سے علم اس حرکت کا حاصل کرے دوسرے
عضو سے نہیں کیونکہ غیر دل کی طرف توجہ کرنیسے دوسرے
عضو کی طرف توجہ پیدا ہونے کا سبب کمتر ہوتا ہے
بخلاف دل کی طرف توجہ کے کہ یہ ہمارے اعضا کی
طرف توجہ کا موجب جلد ہوتا ہے جب یہ حرکت
سارے بدن میں ہو جائے تو مذکور کو تمام بدن کی
حرکت پر منطبق کرے اور علم کو اس مذکور پر منطبق کرے
اسوقت تین چیزوں کا انطباق یعنی حرکت کل بدن
کی اور مذکور جو کلمہ اللہ کا معنی اور مسمی ہے اور مذکور کا
علم اس طرح جیسے حرکت اور زمانہ اور مسافت آپس
منطبق ہوتی ہے حاصل ہوگا اور اس انطباق کا بیان
علم ریاضی کے مبحث اور اعراض میں مذکور ہے

مسائل کیفیت خوانده باشی و بیست دید و درین
مرتبه ہجوم غیبت و بیخودی و نزول در فنا ر فنا
الفنا است لقمه چون بکثرت و ورزش
کار بجائے رسد کہ حضور علم این حرکت در اکثر
اوقات میسر باشد ہمت بر آن گمارد کہ حضور
اسمیعنی بیواسطہ مضغہ حاصل شود و اصلا توجہ
بمضغہ واقع نشود تا ترقی واقع شود و توجہ مضغہ
و حرکت تمام بدن از میان مرتفع شود و ہمان
علم ساذج بمذکور باشد و انطباق معدوم
گردد لعدم الطرفین او طرف واحد عدم
الطرفین در صورتیکہ انطباق در علم و مذکور
و در علم و حرکت فرض کردہ باشیم و نیز ہمت
مصروف بر پرورش این نسبت دارد کہ
از قلت بکثرت و از کثرت بدوام رساند و
اگر در بعضے اوقات بسبب ضعف نسبت بیواسطہ
حرکت نگاہداشتن نسبت نتواند و توسل ہمان
حرکت جستہ متوجہ باشد و تعطیل روا ندارد
و اگر حرکت متصلہ کلیہ بدنیہ نیز مفقود شد
من بعد متوجہ بحرکت متصلہ جزئیہ قلبیہ گردد
و اگر آن نیز مفقود گشت متوجہ بحرکت منفصلہ
جزئیہ قلبیہ شود و اگر آن نیز مفقود گردد اگر قادر
باشد بآب سرد غسل کند یا دو سہ کرت بقوت
نفس را از دماغ بیفشاند یا اسم فعال بحضور

اور اس مرتبے میں غیبت اور بیخودی کا ہجوم اور فنا
میں نزول فنا الفنا ہے لقمہ جب ریاضت
کرتے کرتے اس درجہ تک پہونچ جائے کہ اکثر وقت
علم اس حرکت کا حاصل رہے تو ہمت بڑھائے کہ
یہ علم بلا واسطہ اس ٹکڑے کے حاصل ہو اور مطلقاً
توجہ اس ٹکڑے کی طرف نہ ہو تاکہ ترقی حاصل ہو اور
ٹکڑے کی طرف اور تمام بدن کی حرکت کی طرف کی
توجہ جاتی رہے اور مذکور کے ساتھ وہی علم سادہ
حاصل ہو اور انطباق مٹ جائے بسبب معدوم
ہونے دونوں طرف کے یا ایک طرف کے عدم
الطرفین اس صورت میں کہ انطباق علم اور مذکور
میں یا علم اور حرکت میں فرض کیا گیا ہو اور نیز اس
نسبت کی پرورش پر ہمت بڑھائے کہ کم سے زیادہ
اور زیادہ سے دائمی ہو جائے اور اگر کسی وقت
بسبب ضعف نسبت کے بلا واسطہ حرکت کی
نسبت کے نگہداشت نہ کر سکے تو اسی حرکت کے
وسیلے سے متوجہ ہو اور بیکار نہ رہے اور اگر حرکت
متصلہ کلیہ و بدنیہ سے بھی غفلت ہو تو حرکت متصلہ
جزئیہ قلبیہ کی طرف متوجہ ہو اور اگر وہ بھی مفقود ہو
تو حرکت منفصلہ جزئیہ قلبیہ کی طرف متوجہ ہو اور
اگر وہ بھی مفقود ہو اور قادر ہو تو سرد پانی سے
غسل کرے یا دو تین مرتبے زور سے نفس کو
دماغ سے جھاڑے یا اسم فعال چند مرتبے

قلب چند بار بخواند با فہم معنی کہ دریں اوضاع
واجد ضالۂ خود خواہد گشت ان شاء اللہ تعالےٰ
لقمہ چون بعنایت الٰہی از کثرت ورزش
کار بجائے رسد کہ بیشتر اوقات حضور مذکور
بے توجہ بآں حرکت کلیہ بدنیہ حاصل باشد
تجویز آں نکند کہ یک لحظہ و لمحہ غفلت ازیں
دولت دست دہد خواہ در افعال جوارح
باشد خواہ در افعال قلب و دریں وقت دست
بکار و دل بیار دست دہد یا عجب سررشتۂ
دولت ای برادر بکف آر و ہیں عمر گرانمایہ بغفلت
مگذار ۔ دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار ۔ میدار
نہفتہ چشم دل جانب یار لقمہ توجہ
مذکور وقتیکہ بے انطباق میسر گردد دولتے
است عزیز چہ ذکر قلبی دریں مرتبہ متحقق شود
تا حرکت درمیان بود ذکر دل تبود زیرا کہ دل
لطیفہ ایست رحمانی کہ نزد بعضے نہ جسم است
نہ جسمانی وطائفہ بقوت دراکہ تعبیر کنند و بعضے
مجرد خوانند وگروہے بخار لطیف دانند و گروہے
از عالم امر گویند و فرقہ در مرتبہ عرض نہند و حشرے
جوہر بینند و فوجے در بیان آں ساکت باشند
و من این را بتفصیل در عشرۂ کاملہ گفتہ ام
و اطلاقات قلب و نفس و روح و عقل بیان
نمودہ ام و حرکت کہ از عالم عوارض عالم اجسام و اجرام

حضور دل سے معنی سمجھ کر پڑھے انشاء اللہ تعالیٰ اپنے
اپنا گم گشتہ پائیگا لقمہ جب عنایت الٰہی کے
باعث کثرت ریاضت سے اس درجہ تک نوبت
پہونچے کہ اکثر وقت مذکور کا حضور بلا ذریعہ حرکت
کلیہ بدنیہ کے ہونے لگے تو اس دولت سے ایک
لحظہ غفلت خواہ افعال جوارح سے ہو یا افعال
قلب سے روا نہ رکھے اسوقت ہاتھ کام پر اور دل
یار تک پہونچے گا سررشتۂ دولت اے
برادر بکف آر و ہیں عمر گرانمایہ بغفلت مگذار ۔
دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار ۔ میدار نہفتہ
چشم دل جانب یار لقمہ بے انطباق کے
مذکور کی توجہ بڑی دولت ہے کیونکہ ذکر
قلبی اس مرتبے میں حاصل ہوگا اور جبتک ذکر
درمیان میں ہے دل ذاکر نہ ہوگا کیونکہ دل ایک رحمانی
لطیفہ ہے کہ بعضوں کے نزدیک جسم ہے نہ جسمانی
اور ایک گروہ اسکو قوت دراکہ کہتی ہے اور بعض مجرد
اور ایک گروہ بخار لطیف جانتا ہے اور کچھ لوگ اسکو
امر رب کہتے ہیں اور ایک گروہ اسکو عرض میں داخل
کرتا ہے اور دوسرا گروہ اس کو جوہر کہتا ہے اور ایک
گروہ اس میں سکوت کرتا ہے ہم نے اسکا مفصل
بیان عشرۂ کاملہ میں کیا ہے اور اطلاقات قلب
اور نفس اور روح اور عقل کے حالات لکھدیئے
ہیں اور حرکت جو اجسام اور اجرام

است از منزل دل بمراحل دور لقمہ
چون ذکر قلبی حاصل گردد و انوار ظاهر شدن
گیرد خواه در خود و گاه خارج از خود یا در خود یا
در دل یا در سر یا در دست راست یا در دست
چپ و این تمام محمود است و گاه در تمام بدن
و این نادر است اما در خارج از خود گاه
از یمین و گاه از جانب یسار و گاه از سر و گاه
از جانب پیش و این همه محموده است و
تفصیل این بالا گذشت والحاصل سالک
را درین مرتبہ ماندن و عاشق انوار
گشتن چیزی نیست و آن را کہ در طے
این منهج هیچ نور پیدا نباید سلوک او
اسلم است و امید وصول او اقرب
اگرچہ ظهور این دولت رحمت است
اما جهد کند کہ این علم ناشی من غیر جهة و
کیفیة گردد تا مناسبت علم و معلوم کہ مطلق
است در اطلاق و عدم تقیید بحیثیة پیدا
آید و بیانش آنست کہ سالک از قلب
خویش نسبتی یابد کہ از حاق قلب رستہ
است بمنزلہ رشتہ و بجانب ذات مطلوب
شتافتہ تا طرف ثانی بند بآن گردد و چون
آن ذات بحکم اطلاقے کہ دارد متعین
نیست تا این سر رشتہ بآن مربوط شود

کو عارف ہے دل سے منزلوں دور ہے لقمہ
جب ذکر قلبی حاصل ہو جائے اور انوار ظاہر ہونے
لگیں تو کبھی وقت اپنے میں ہوں گے اور کبھی وقت
خارج میں۔ جو اپنے میں ہوں وہ یا دل میں ہوں یا سر
میں یا داہنے ہاتھ یا بائیں ہاتھ میں اور یہ سب بہتر
ہیں اور کسی وقت تمام بدن میں ہونگے مگر یہ کم ہوتا
ہے اور جو اپنے سے خارج میں ہوں تو کبھی داہنے
اور کبھی بائیں اور کبھی سر کی جانب سے اور کبھی
آگے کی جانب سے اور یہ سب بھی بہتر ہے
جس کی تفصیل اوپر ہو چکی ہے الغرض اس مرتبہ
میں سالک کو ٹھہر جانا اور انوار پر عاشق ہونا بے سود
ہے اور جس کو اس راہ طے کرنے میں کچھ بھی نور نہ
ظاہر ہوا اسکا سلوک ہر خطرے سے محفوظ ہے اور
مقصود تک پہونچنے کی جلد امید ہے اگرچہ اس
نور کا ظاہر ہونا بھی رحمت ہے لیکن کوشش کرے
کہ یہ علم بلا کیفیت اور بلا جہت کے پیدا ہو تاکہ
مناسبت پیدا ہو جائے علم اور معلوم جس کا اطلاق
محض مطلوب ہے اس کی تفصیل یوں ہے کہ سالک
اپنے دل میں ایک نسبت مثل دھاگے کے پاتا
ہے جو دل سے جمکر مطلوب تک پہونچ گئی ہے
اور اسکا دوسرا سرا مطلوب تک پہونچکر ختم ہو گیا
ہے اور چونکہ وہ ذات بباعث اطلاق کے غیر
متعین ہے جس سے وہ دھاگا اسپر لگ نہیں سکتا

ناچار مرتبط بامر مطلق غیر متعین کہ فی حد ذاتہ
نشود کہ ہرگز شائبہ کم وکیف آنجا نرسد و سالکانے
کہ از علوم عقلیہ بہرہ مند نباشند در تصور این
قسم تصور مذبذب باشند اما آنانکہ از غوامض
علوم بہرہ یاب بودہ باشند آنقدر پریشان
پریشانی نیست آرے بے مزگی را چارہ نتوان کرد
کہ سالک در ربط این رشتہ بامر مطلق
من جمیع الوجوہ در بدایت حال لذت نیابد
بلکہ بیکاری واضاعت بضاعت وقت
شمارد اما بمدد عشق وقوت شغف وطمع مراتب
مرتبہ برین بے مزگی شاید تن بانیکار دہد و
اما چون در گیرد واین وہم پختہ شود وداند کہ
کجا ہست وچہا راست ومشائخ رحمۃ اللہ علیہم
درین مقام سالکان را از اوراد ووظائف و
نوافل بسیار وآنچہ مقتضی گسستن این نسبت
بود منع فرمایند وبعضے مشائخ چون دریافت
این چنین امر مطلق بر مرید دشوار بینند فرمایند کہ
متوجہ ہمہ عالم شود من غیر اعتبار تعینات
وسلخ تشخصات زیرا کہ بعد از سلخ وسلب
نیست باقی مگر ہمان اطلاق فی ہیولانے
فائدہ وبعضے آن مطلق را دریائے نور
غیر متناہی تعبیر فرمایند وخود را قطرہ نور تہلک
در آن دریائے نور بینند وبعضے آن را

ناچار امر مطلق غیر متعین فی حد ذاتہ پر جس میں کم اور کیفیت
کا شائبہ نہیں ہے اس کو مرتبط کرنا چاہیئے اور جو سالک
کہ علوم عقلیہ سے بے بہرہ ہوتے ہیں وہ اس قسم
کے تصور سے متذبذب ہو جاتے ہیں لیکن جو
لوگ کہ علوم کی باریکیوں سے بہرہ یاب ہوتے
ہیں ان کو اتنی پریشانی نہیں ہوتی ہاں بے مزگی کا
چارہ نہیں ہے جبکہ ابتدائے حال میں اس سررشتہ
امر مطلق من جمیع الوجوہ میں ربط دینے سے لذت
نہیں پاتا بلکہ اس کو بیکاری اور تضییع اوقات سمجھتا ہے
لیکن عشق اور محبت کی مدد اور قوت سے اور طمع
سے اس مرتبے کے جو اس بے مزگی پر مترتب
ہوگا تالیاً اسپر مستعد ہوگا لیکن جب اسکو اختیار کریگا
اور یہ وہم پختہ ہو جائیگا تو جانیگا کہ اس میں کیا کچھ ہے
اور مشائخ اس مقام کے سالکوں کو کثرت اوراد
اور وظائف اور نوافل سے اور جس سے اس نسبت
کے ٹوٹ جانیکا خوف ہے منع کرتے ہیں اور بعضے
مشائخ جب ایسے امر مطلق کا پانا مرید پر دشوار دیکھتے
ہیں تو بلا اعتبار تشخص اور تعین کے سارے عالم کی
طرف متوجہ ہونیکا حکم دیتے ہیں کیونکہ تعین اور تشخص
نکلجانے کے بعد صرف اطلاق ہیولانی رہ جائیگا
فائدہ بعض اس مطلق کو نور کا غیر متناہی دریا
تعبیر کرتے ہیں اور اپنے تئیں نور کا ایک قطرہ اس
دریا میں مل جانے والا دیکھتے ہیں اور بعض اسکو

ظلمت غیر متناہی قرار دہند و خود را ظل خود کہ
در شب دیجور مستہلک در آن بود و بعضے آنرا
خلاء بین السماء والارض و بین کل
شیء و امثال ذلک و این نیست مگر تمثیل
معقول بمحسوس لافہام اہل العقول
النحیفۃ الضعیفۃ الواہیۃ و الا تعالی
اللہ عن ذلک علوا کبیرا و للناس
فیما یعشقون مذاہب مطلوب از ہمہ
فنا ہستی موہوم است کہ بر دیدہ سالک
نشاوہ از مشاہدہ وجود مطلق کہ حقیقت اوست
شتہ و برائے این امر بلند و مطلوب ارجمند
این ہمہ حیلہا انگیختہ اند چون بغلبہ حال علم
خویش نماند بلکہ علم بہ علم خویش فکیف بغیر
خویش فنا حاصل شدہ باشد چون علم بایں
علم نیز نماند فناء الفناء حاصل شود آنقدر
کہ از خود رفت و بیخود شد ہمانقدر با او
پیوستہ آنقدر کز خویشتن رفتم در آغوش
توام ؛ حاصل آنکہ سالک در نفس ناطقہ
خویش نسبتے دریافت کند اما نداند کہ
طرف ثانی آن نسبت بچہ مربوط است
و در ہر چہ بند کند لا محالہ آنرا تعینے باشد
و آنحضرت مطلوب و مقصود لا محالہ
ورائے اوست و در ہر مرتبہ کہ ایستد

غیر متناہی ظلمت قرار دیتے ہیں اور اپنے تئیں
اپنا سایہ جو اندھیری رات میں اس کے اندر فنا ہو جانا
ہے اور بعضے اُس کو آسمان اور زمین کے درمیان کا
باہر چیزوں کے خلا اور مثال اس کے تصور کرتے ہیں
اور یہ سب معقول کی محسوس کے ساتھ تمثیل ہے
تاکہ ضعیف عقل والے سمجھ لیں ورنہ کہاں ذات
پاک حق تعالی کی اور کہاں یہ تمثیلات یہ وہی بات
ہے کہ جس کو جس سے عشق ہوتا ہے وہ اسی ڈھنگ
پر چلتا ہے ان سب سے مطلوب ہستی موہوم کا
مٹانا ہے جس نے سالک کی آنکھوں پر دیکھنے سے
وجود مطلق کے جو اس کی حقیقت ہے پردہ ڈال دیا
ہے اور اسی امر بلند اور مطلوب ارجمند کے لئے
یہ سب حیلے نکالے گئے ہیں جب غلبہ حال سے
اپنا علم بلکہ اپنے علم کا علم نہ رہے گا اور غیر کا تو برکنار
پس فنا حاصل ہو گی اور جب اس علم کا علم بھی نہ رہے
تو فناء الفنا جتنا اپنے سے گذرا اور بیخود ہوا اتنا ہی
مطلوب سے ملا ہے آنقدر کز خویشتن رفتم در آغوش
توام ؛ الحاصل سالک اپنے میں ایک نسبت
پاتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ اس کا دوسرا سرا کہاں
لگا ہے اور جس میں اس کو بند کرے گا ضرور اس کا
تعین ہو گا اور حضرت مطلوب اور مقصود اس کے
ماسوی ہے اور جس مرتبے میں رکے مطلوب اس کے
ماوراء ہے کیونکہ جو سالک کے احاطہ تصور میں متعین

حضرت مطلوب ورائے اوست چہ آنچہ
در حیطۂ تصور سالک متعین گردد لامحالہ متعین
بتعین محاط ذہن السالک باشد وکل
متعین من حیث تعینہ و تشخصہ
بقید و تشخص فہو لا المطلوب از اینجا
است کہ گفتہ اند کہ بکنہ مطلق دست ہیچ نبی و
ولی نمی رسد بیت عنقا شکار کس نشود
دام باز چیں ۔ اینجا ہمیشہ باد بدست است
دام را ۔ پس سالک چوں داند کہ من متوجہ
او ہستم اما نمیدانم کہ بکدام جہت متوجہم یعنی
میداند اما نمے داند کہ چہ می داند این مرتبۂ فناء
است واگر مے داند اما نمے داند کہ چہ مے
داند و نیز نمی داند کہ می داند این مرتبۂ فناء الفناء است
واین مرتبہ نہایت سیر الی اللہ است و بیشتر سیر
فی اللہ است لقمہ فنا بر دو قسم است قسم اول
آنکہ علم مرکب داشتہ باشد و قسم دوم آنکہ علم بسیط
گردد واما علم مرکب عبارت است از کیفیۃ ادراکیہ
کہ از باطن سالک منتشی گردد و متوجہ حضرت مقصود
شود و منقطع از جمیع ماسوائے او بود و غیر مقصود راہ
نداشتہ باشد یا بسبب آنکہ ہر چہ مدرک او میگردد بصفت
غیریت مدرک او نمیگردد بلکہ عینیت ملحوظ میشود نہایت
آنکہ متلبس بشیون و تعینات است کہ آنرا وجود خارجی
نیست واین ادراک را بداند کہ نفس الامریست مطابق واقع

ہوگا وہ لامحالہ متعین ایسے تعین کے ساتھ ہوگا کہ سالک
کا ذہن جس کو محیط ہے اور جو چیز کسی قید اور تشخص سے
متعین اور متشخص ہے وہ ہرگز مطلوب نہیں ہے
یہیں سے لوگوں نے کہا ہے کہ مطلق کی کنہ کو کسی
نبی اور ولی نے نہ جانا بیت عنقا شکار کس نشود
دام باز چیں ۔ اینجا ہمیشہ باد بدست است دام را
یعنی جال اٹھالو کہ عنقا کبھی پھنسنے کا نہیں ہے اور جال
بیکار ہے پس سالک جانتے کہ میں اسکی طرف متوجہ
ہوں لیکن نہیں معلوم کہ کس طرف متوجہ ہوں یعنی سالک
جانتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ کیا جانتا ہے یہ فنا کا مرتبہ
ہے اور اگر جانتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ کیا جانتا ہے
اور جاننے کو بھی نہیں جانتا یہ فناء الفنا کا مرتبہ ہے
سیر الی اللہ کا یہ مرتبہ ہے اس کے آگے سیر فی
اللہ ہے لقمہ فنا دو قسم پر ہے اول علم مرکب
دوم علم بسیط ۔ علم مرکب کیفیت ادراکیہ کو کہتے ہیں
جو سالک کے باطن میں پیدا اور حضرت مقصود کی طرف
متوجہ اور اسکے ماسوا سے منقطع ہو اور جسمیں غیر مقصود
کو راہ نہ ہو یا اس وجہ سے کہ جو کچھ اسکو دریافت ہوتا
ہے اس میں غیریت کی صفت ملحوظ نہیں ہوتی بلکہ
غیریت کی صفت ملحوظ ہوتی ہے انتہا یہ ہے
کہ خصوصیت اور تعینات کے ساتھ ہوتی ہے
جس کا خارجی وجود نہیں ہے اور اس ادراک کو
نفس الامری اور واقع کے مطابق

چنانچہ قائلین بوحدت وجود بمشرب صافی تجود عبار ازین شستہ اند بالسبب آنکہ ہرچہ مدرک او می شود از غایت توجہ بمقصود و نہایت لحاظ مطلوب و فرط محبت بیار و قوت عشق بدوست ہمہ مقصود و مطلوب و یار و دوست دیدہ می شود اگرچہ در نفس الامر چنین نیست بلکہ وجودات متکثرہ و متغایرہ از وجود خاص حضرت واجب الوجود اند در واقع مگر آنکہ بفرط شغف چنین وانمودہ اند و این حکم کہ ہمہ اوست حکمیست کاذب غیر مطابق واقع چنانچہ قائلین بوحدت وجود خیال خام رابختہ اند بہر تقدیر رفع غیر من حیث الغیریہ در تحصیل وحدت متفق علیہ فریقین است پس سالک از علوم متکثرہ گریختہ در پناہ علم واحد شد و باین توحید تقرب الٰہی یافت اما این قدر باقیست کہ علم این علم دارد و بسبب این علم علم او علمیست مرکب یعنی علمِ مضاف الی العلم ہنوز وارد ؎ تا در تو زپندار تو ہستی باقیست ؎ میدان بیقین کہ بت پرستی باقیست ؎ گفتی بت پندار شکستم رستم ؎ این بت کہ تو پندار شکستی باقیست ؎ اما علم بسیط عبارت است ازینکہ بہ کیفیتی ادراکیہ متوجہ مقصود گردد کہ سالک را منقطع از جمیع ماسوی بسازد حتی کہ این علم ہم

جیسا قائلین وحدت وجود نے اس کو صاف طور سے بیان کیا ہے اسوجہ سے کہ جو کچھ اسکو مدرک ہوتا ہے بسبب اس کے کہ مقصود کی طرف غایت توجہ اور مطلوب کا نہایت لحاظ اور یار کے ساتھ بہت محبت اور دوست کے ساتھ قوی عشق ہے سب مطلوب اور مقصود اور یار اور دوست ہی دکھائی دیتا ہے اگرچہ نفس الامر میں ایسا نہیں ہے بلکہ وجودات متکثرہ اور متغایرہ واقع میں حضرت واجب الوجود کے خاص وجود سے ہیں مگر کثرت عشق سے ایسا ظاہر کرتے ہیں اور ہمہ اوست کا حکم کاذب ہے اور مطابق واقع کے نہیں ہے جیسا قائلین وحدت وجود کی خام خیالی ہے بہر تقدیر بحالت تحصیل وحدت غیر کو من حیث الغیریت مٹا دینے میں فریقین متفق ہیں پس سالک نے علوم متکثرہ سے بھاگ کر علم واحد میں پناہ لی اور اس سبب سے اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا مگر اشارہ گیا ہے کہ اس علم کا علم رکھتا ہے اور اسی سبب سے اس کا علم مرکب ہے یعنی اب تک اس کا علم دوسرے علم کی طرف منسوب ہے ؎ تا در تو زپندار ہستی باقیست ؎ میدان بیقین کہ بت پرستی باقیست ؎ گفتی بت پندار شکستم رستم ؎ این بت کہ تو پندار شکستی باقیست ؎ اور بسیط علم مراد اس سے ہے کہ سالک کی کیفیت ادراکیہ کے ساتھ اس طرح مقصود کی طرف متوجہ ہو کہ اس کو ماسوی سے الگ کر دے یہانتک یہ علم بھی

باقی نماند پس درین محل علم سالک بسیط گردد
وفنائے حقیقی حاصل شود ونزد بعضے علم اول
کہ مرکب بود آں را فنا گویند و علم ثانی کہ بسیط
گشتہ آں را فناء الفنا خوانند وایں مرتبتین
آوردے نیستند بلکہ از جناب تقدس فیضان می
شود من غیران یکون لسلوک السالکین فیہ
تاثیرے بجستجوئے نیابد کسے مراد دلی
کسے مراد بیابد کہ جستجو نکند۔ وایں منتہائے
حد جاذب و بیخودی و غیبت است تا کدام سعادتمند
راروئے دہد وروزی بود وایں را آثار است
ہر مدعی نتواند باین دعوی برخاست و تا
سالک بمرتبہ جذب و بیخودی نہ رسیدہ
درصف ولایت نہ درآمدہ ویے ایں جذبے
از زہاد و عباد واخیار و ابرار تواند بود
اما القرب وصول کہ معنی ولایت است
ہنوز نرسیدہ باشد۔

وباید دانست کہ جذبہ شرط ولایت است
اما استدامت ودوام آں شرط نیست
بلکہ بعضے را باشد کہ سالہا مجذوب وسکران
دارند بعد ازاں بصحو فرستند چنانچہ گویند سلطان
العارفین حضرت بایزید رضی اللہ تعالے عنہ
سی سال درین مقام بودند وبعضے را باشد
کہ یک ساعت بود۔ مجاذیب دریں مرتبہ

باقی نہ رہے پس اسوقت سالک کا علم بسیط ہوتاہے
اور حقیقی فنا حاصل ہوتی ہے اور بعضوں کے نزدیک
اول علم کو جو مرکب ہے فنا کہتے ہیں اور دوسرے
علم کو جو بسیط ہے فناء الفنا کہتے ہیں اور دونوں مرتبے
کسبی نہیں ہیں بلکہ وہبی ہیں اور اسکا فیضان حق
تعالی کی جانب سے ہوتا ہے اور اسمیں سالکوں
کے سلوک کی کچھہ تاثیر نہیں ہوتی ہے بجستجوئے
نیابد کسے مراد دلی نہ کسے مراد بیابد کہ جستجو نکند
اور جذب اور بیخودی اور غیبت کا یہ انتہائی مرتبہ
ہے اور جو سعادتمند ہیں انکو حاصل ہوتا ہے اور
اسکے لئے نشانیاں ہیں پس ہر مدعی اسکا دعوے
نہیں کر سکتا اور سالک جب تک جذب اور بیخودی
کے مرتبے میں نہیں پہونچیگا ولایت کی صف میں
نہیں داخل ہو سکتا اور بلا اس جذب کے زہاد
اور عباد اور اخیار اور ابرار سے ہو سکتا ہے مگر قرب
وصول تک جو ولایت کے معنے ہیں اب تک نہیں
پہونچا ہے جاننا چاہیئے کہ ولایت کے لئے
جذبہ شرط ہے لیکن اسکا دائمی ہونا شرط نہیں بلکہ
بعضے برسوں جذب اور مستی میں رہتے ہیں بعد اسکے
ہوشیار ہو جاتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ سلطان العارفین
حضرت بایزید رضی اللہ تعالے عنہ تیس برس تک
اس مقام میں رہے اور بعضی ایک ساعت
مجذوب ہو جاتے ہیں۔ مجذوبین اس مرتبے

مقید ماندند و عروج ازین نفرمودند و بعضے و بنیامدند
بنا برایں ترتیب را نشایند و مشائخ کہ شاہان
تختگاہ ہوشیاری و خلفائے انبیاء
علیہم السلام اند بایں دولت فائض اند
لقمہ بقا باللہ عبارت است از مرتبہ
جمع الجمع کہ مستجلب حیرت کبری است و
ایں کبری نزد اکثر محققین آخرین مقام است
اگرچہ نزد بعضے مقام آخر رضا و تسلیم است
بدانکہ بقا باللہ رجوع الی البدایت است
یعنی در بدایت کہ مرتبہ تفرقہ و ادراک اشیاء
من حیث تعیناتہا است و نظر مبتدی
بند در دیدہ مظاہر من غیر نظر الی الظاہر
و درین مرتبہ غفلت تام شامل حال او ست
و بعد از ترقی باوج غیبت و بیخودی و انجذاب
تمام و سلخ قیود و تعینات و طمس تشخصات
و اضافات رجوع باز باعتبار تعینات و
طمس تشخصات و اضافات میکند اما بدید
دیگر نہ بدید اول اگرچہ ہر دو مرتبہ شریک اند
بایکدیگر و ایں مقدار کہ اعتبار تعینات در ہر دو
معتبر است اما فرق جلی است چہ سالک را در اول
مقصود و مطلوب و متوجہ الیہ قلب او محض امور متعینہ
متشخصہ مقیدہ است و ملاحظہ و مطالعہ امر مطلق مفقود
و نا موجود و سالک در ثانی مقصود و مطلوب و متوجہ الیہ

میں پھنس گئے اور نکل نہ سکے اور ہوشیار نہ ہوئے
اسی وجہ سے اس ترتیب کے لائق نہیں ہیں
مشائخ کہ ملک ہوشیاری کے بادشاہ ہیں اور انبیاء
علیہم السلام کے خلیفہ اس دولت سے مشرف
ہیں لقمہ بقا باللہ مراد ہے مرتبہ جمع الجمع سے
جو حیرت کبری حاصل کرتا ہے۔ محققین کے نزدیک
حیرت کبری آخرین مقام ہے اگرچہ بعض کے نزدیک
آخرین مقام رضا اور تسلیم ہے۔ جاننا چاہیے
کہ بقا باللہ اولین حالت کی طرف رجوع کرنے کا نام
ہے یعنی بدایت میں جو تفرقہ اور ان اشیاء متعینہ کا
مرتبہ ہے مبتدی کی نظر مظاہر میں رہتی ہے بلا لحاظ
ظاہر کے اس مرتبے میں پوری غفلت اس کے
شامل حال ہے اور غیبت اور بیخودی اور جذب
کامل اور رفع قیود اور تعینات اور تشخصات اور اضافات
کی طرف ترقی کے بعد پھر باعتبار تعینات اور
مٹانے تشخصات اور اضافات کے رجوع کرنا
ہے لیکن دوسری نظر سے نہ نظر اول سے اگرچہ
دونوں مرتبے آپس میں شریک ہیں اور اسقدر تعینات
کا اعتبار دونوں میں معتبر ہے مگر فرق ظاہر ہے کیونکہ اول
میں سالک کے دل کا مقصود اور مطلوب اور متوجہ الیہ
محض امور متعینہ متشخصہ مقیدہ ہیں اور امر مطلق ملاحظہ
اور مطالعہ بالکل مفقود اور معدوم ہے اور دوسرے
میں سالک کے دل کا مقصود اور مطلوب اور متوجہ الیہ

قلب او محض ذاتِ مطلق و تشخصات
و اضافات و تعینات بملحوظ من حیث
انہا مظاہر اسمائہ و صفاتہ است پس
چنانچہ در اول فارق بود میان
جلال و جمال ہمچناں در ثانی نیز فارق است
اما بنظر دیگر و بدیدۂ آخر لیکن در مرتبہ
ثانی بعضے باشند کہ در مشاہدہ مکونات
اولاً ملحوظ و مرئے ایشاں را ذاتِ
مطلق گردد و بنور آں ذات
ثانیاً تعینات و اضافات بینند و
بعضے باشند کہ مطالعہ ذاتِ مطلق
در مشاہدۂ اشیا نمایند و بعضے باشند
کہ مشاہدۂ ذات مطلق بعد مشاہدہ اشیا
فرمایند یکے گوید کہ مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَأَیْتُ
اللّٰہَ قَبْلَہٗ و یکے گوید مَا رَأَیْتُ شَیْئًا
اِلَّا وَرَأَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ و یکے گوید مَا رَأَیْتُ
شَیْئًا اِلَّا وَرَأَیْتُ اللّٰہَ بَعْدَہٗ
الغرض وَمَا مِنَّا اِلَّا وَلَہٗ
مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ
و عارف چوں بمقام آخر
نزول فرماید عوام را میان
او و میان سائر الناس
فرق کردن دشوار آید و اینجا

صرف ذات مطلق ہے اور تشخصات اور اضافات اور
تعینات اس طرح سے ملحوظ ہوتے ہیں کہ وہ اسکے
اسماء اور صفات کے مظاہر ہیں پس جیسا اول میں درمیان
جمال اور جلال کے سالک فرق کرنے والا ہے ویسا
ہی دوسرے میں بھی مگر دوسری نظر سے اور دوسری آنکھ
سے لیکن دوسرے مرتبے میں بعضے لوگ ایسے ہوتے
ہیں جن کو مخلوقات کے مشاہدہ میں پہلے پہل ذات
مطلق ملحوظ اور مرئی ہوتی ہے اور اُسے ذات کے
نور سے دوسری بار تعینات اور اضافات دیکھتے ہیں
اور بعضے وہ لوگ ہیں جو ہر چیز کے مشاہدہ میں
ذات مطلق کا مطالعہ کرتے ہیں اور بعضے وہ
لوگ ہیں جو ہر چیز کے مشاہدہ کے بعد ذات مطلق
کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ایک کہتا ہے کہ مَا رَأَیْتُ
شَیْئًا اِلَّا وَرَأَیْتُ اللّٰہَ قَبْلَہٗ یعنی جس چیز کی طرف
ہمنے نظر اٹھا کر دیکھا اُس میں خدا ہی کو پایا دوسرا کہتا ہے
مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَأَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ یعنی جس چیز کی طرف
ہمنے نظر اٹھا کر دیکھا اسمیں خدا ہی کو پایا تیسرا کہتا ہے
مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَأَیْتُ اللّٰہَ بَعْدَہٗ
یعنی جس چیز کو ہمنے دیکھا اُس کے بعد خدا ہی کو
دیکھا الغرض ہم لوگوں میں ہر ایک کا مقام معین ہے
عارف جب مقام آخر میں پہونچتا ہے تو اسمیں
اور لوگوں میں عوام الناس کو فرق کرنا دشوار
ہو جاتا ہے ایسے

ترا معنی اَوْلِيَائِيْ تَحْتَ قَبَائِيْ لَا
يَعْرِفُهُمْ غَيْرِيْ مفہوم گردد و مبنی
برہمیں مقام است قول عامے چند
مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَاكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ
فِي الْاَسْوَاقِ وازیں مقام
خبر است کہ فرمود رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ
تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ
و چوں دریافت اہل اللہ کہ بمرتبہ کمال
رسیدہ اند مشکل ست زیرا کہ ظاہر
ایشان ہمچو ظاہر سائر الناس است
بخلاف مجاذیب و مجانین کہ بسبب
مخالفت اطوار ایشان با طوار
سائر الناس امتیازے نمایند
و باعتقاد پیش آیند اما از جملہ
اہل صحو آنانکہ در مقام فردیت
حقیقیہ نزول کردہ اند از ایشان
خوارق عادات کمتر بینند زیرا کہ
متوجہ الیہ ایشان ذات بحت
بیرنگ است و تصرفات انفسی و
آفاقی از تاثیرات صفات است و
ہر چند از ان مقام فروتر باشند تصرفات
بیش از ایشان بظہور آید و تفصیل ایں
مقام از حیطہ تلویح بیرون است آیت

مقام میں اس حدیث قدسی کا مطلب سمجھ میں آتا ہے
اَوْلِيَائِيْ تَحْتَ قَبَائِيْ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِيْ
یعنی میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں میرے سوا
اُنکو کوئی نہیں پہچانتا ایسے مقام پر چند عامی کا قول
محمول ہے جسکو اللہ نے نقل فرمایا ہے مَا
لِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَاكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي
الْاَسْوَاقِ یعنی اس پیغمبر کو کیا ہو گیا ہے کہ کھانا
کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے اور اسی مقام
کی اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ
تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ یعنی کچھ خدا کے مرد ہیں کہ
تجارت اور خرید و فروخت اُن کو خدا کے ذکر سے
نہیں روکتی۔ پہچاننا اہل اللہ کا جو کمال کے درجے کو
پہونچے ہیں مشکل ہے کیونکہ اُن کا ظاہر اور لوگوں
کے ظاہر کے مانند ہوتا ہے بخلاف مجذوبوں اور مجنونوں
کے کہ لوگ ان کی تمیز کر لیتے ہیں اور اعتقاد سے پیش
آتے ہیں اس سبب سے کہ اُن کا طور اور لوگوں کے
مخالف ہوتا ہے لیکن ہوشیار لوگ جو فردیت حقیقیہ
کے مقام میں پہونچ چکے ہیں اُن سے کرامات کمتر
ظاہر ہوتی ہیں کیونکہ ان لوگوں کا متوجہ الیہ صرف
ذات بیرنگ ہے اور نفوسی اور آفاقی تصرفات
صفاتی تاثیرات سے ہیں جو لوگ اس مقام کے نیچے
ہونگے اُن سے بہت تصرفات ہونگے اس مقام
کی تفصیل لکھنے سے باہر ہے چنانچہ یہ آیت شاہد ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ
رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ
رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا اے برادر
اگر ایں چند سطر بنظر دل مطالعہ فرمائی امید
واثق است کہ بے توسط شیخے در ظاہر
کار خود را از حضیض بذروہ توانی رسانید اما
واہم کہ کار بے توجہ شیخ تمام نہ شود چہ
بسا عقبات کہ آنجا امداد باطن شیخ
مخرج است و از مطالعہ کتب ہیچ نکشاید
بعضے خود بیناں و خود پرستاں را اشتیاق
آں باشد کہ در بیعت شیخے در نیایند و التزام
صحبت بخدا رسیدہ اختیار نکنند و خواہند
کہ ذکر و فکر و انصرام کار بتوسط کتاب پیش
برند و ایں متعذر و مستبعد و نادر باشد
رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ
خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ۔

قول کلی (لقمہ)

بداں ارشدک اللہ تعالے کہ مقصود از
جمیع اذکار و افکار و اقسام مراقبات محویت
و طمس است چہ شان لطیفہ ربانیہ در بدو
فطرت توحید العزیمت و جمعیت است
و از ربط بنشار کون تعلقاتش می افزاید و از
وحدت عزیمت و جمعیت بکثرت عزائم
و تفرقہ میرسد ہمت صاحب الضاف

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ
لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ
وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا اے بھائی اگر یہ چند
سطر تو دلی نظر سے مطالعہ کرے گا تو امید قوی ہے کہ
ظاہر میں بلا ذریعہ شیخ کے اپنے کو پستی سے بلندی پر
پہونچا سکتا ہے مگر میں جانتا ہوں کہ بلا مدد شیخ کے
پورا کام نہ ہوگا کیونکہ بہت سی ایسی مشکلیں ہیں جس سے
شیخ ہی کی مدد باطن نکالے گی اور کتاب پڑھنے سے
کچھ نہ ہوگا بعضے خود بین و خود پرست اس کے
مشتاق ہیں کہ کسی شیخ کی بیعت میں داخل ہوں اور
خدا رسیدہ کی صحبت کا التزام نہ کریں اور چاہتے ہیں
کہ ذکر اور فکر اور کام کی تکمیل کتاب ہی کے ذریعہ سے
کریں یہ دشوار اور مشکل اور نادر ہے خداوند ہمارے
اور قوم کے درمیان میں سچا فیصلہ کردے تو ہی بہتر
فیصلہ کرنے والا ہے

قول کلی

لقمہ اے طالب۔ خدا تجھکو راہ بتاوے جان لے
کہ تمام اذکار اور افکار اور مراقبات کی قسموں سے
مقصود محویت اور فنا ہے کیونکہ ابتدائے فطرت
میں لطیفہ ربانیہ کی شان قصد کی یکسوئی اور جمعیت
ہے اور مخلوق کی ربط سے اس کے تعلقات بڑھتے
ہیں اور اس قصد کی یکسوئی اور جمعیت سے قصد
کے کثرت اور تفرقہ کی طرف پہونچتا ہے صاحب

وابستہ آنست کہ باز ہمان وحدت
گراید و شتات بثات لطیفہ را بربط توحید
مکافات کند و تحصیل آن را سبیل نیست
مگر آنکہ علم خود را بسیط سازد و از انحصار
شتات بتنحو واحد رو آرد تا نہ بیند در عوالم ذات
مگر ذات او و صفات مگر صفات او و افعال
مگر افعال او تعالی و تقدس پس او را معلوم
شود سریان وجود او کہ ساری ست در سائر
مکونات و دریں حالت با یمان حقیقی و تقوی
کمال متصف گردد و پیدا گردد او را کہ جنت
چیست و دوزخ چیست و دنیا چیست و
آخرت چیست و نفس چیست و شیطان
کیست و رحمان کیست و ہادی کیست و
مضل کیست اگرچہ عارف را غرض بدریافت
این امور نہ بستہ است لیکن بحکم شہود
ازان چارہ نہ بود و این طریق اذکار و افکار
و مراقبات دراصل مبنی بر عشق است ہرچند
عشق بیشتر تاثیر این امور بیشتر و ہرچند
سست تر تاثیر کمتر و گاہ باشد کہ از مزاولت
این اقسام رشتہ محبت گسستہ باز در تاب
آید و محکم گردد و نباید کہ اذکار و افکار و مراقبات
را برائے تحصیل ثواب بکند کہ شان عشق ازیں معلی است
لفظ بدانکہ چنانچہ این اذکار گذشتہ مناسب

انصاف کی ہمت کا مقتضا یہ ہے کہ پھر اُسی یکسوئی
کی طرف مائل ہو اور لطیفہ کے متفرقات کو یکسوئی سے
ربط دیوے اور اُس کے حاصل کرنے کا طریقہ سوا
اس کے نہیں ہے کہ اپنے علم کو بسیط کرے اور
متفرقات سے ایک جانب متوجہ ہو تا کہ ہر طرح سے
خدا ہی کو دیکھے یعنی عالم ذات میں ذات کو اور صفات
میں صفات کو اور افعال میں افعال کو جس سے اُسکو
اپنے وجود کا ساری مخلوقات میں ساری ہونا معلوم
ہو جائے اس حالت میں سالک کو ایمان حقیقی اور کمال
تقوے حاصل ہوگا اور اُسکو معلوم ہو جائے گا کہ جنت
کیا ہے اور دوزخ کیا دنیا کیا ہے اور آخرت کیا اور
روح کیا اور نفس کیا شیطان کون ہے اور رحمان
کون رہنما کون ہے اور گمراہ کرنے والا کون اگرچہ ان
امور کے دریافت ہونے کی غرض عارف کے متعلق
نہیں ہے لیکن بمقتضائے شہود اُس سے چارہ بھی
نہیں ہے اور ان اذکار اور افکار اور مراقبات کے
طریقے کا مدار دراصل عشق پر ہے جس قدر عشق زیادہ
اُسیقدر تاثیر زیادہ اور جس قدر عشق سست اُسیقدر
تاثیر کمتر اور کبھی ان اقسام کی مزاولت سے ٹوٹی ہوئی
محبت کا رشتہ مستحکم اور مضبوط ہو جاتا ہے اور ان اذکار
اور افکار اور مراقبات کو ثواب حاصل کرنے کی نیت سے
نہ کرنا چاہیے کیونکہ عاشق کی شان اس سے برتر ہے
لفظ جاننا چاہیے کہ جیسے یہ گذشتہ اذکار توحید

بر معنی توحید است ہمچناں ابیات و اشعار
در ہر زبان مشعر بمعنے توحید می باشد پس
چنانچہ ایں اذکار نافع است در وصول ہمچناں
ایں ابیات و اشعار نیز موصل است مگر
آنکہ زبان عربی بمظہر اتم صلے اللہ علیہ وسلم
قوی مناسبت است پس تاثیر آں بیشتر باشد
اگرچہ ہر زبان بحقیقت نبوی سوی النسبۃ است
بیت عشق را با کافر و مومن نباشد احتیاج ؎
ایں سخن در مسجد و بتخانہ می باید نوشت **لقمہ**
مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وضع برزخ قرار
دادہ اند مقصود ازیں اجتماع متفرقات است
چہ آدمی بتفرقہ حواس و ہجوم خطرات از توحید
علمی باز می ماند برزخ جمعیت حواس ہم میرساند خصوصاً
دقیقیکہ برزخ ادب خواہ باشد کہ بملاحظہ صورت
وہمی یا حقیقی آں برزخ کہ از شان او طلب ادب
باشد خشوع و خضوع در حضور پیدا می شود و آں
نافع است و کثرت ممارست معنی کہ در آں برزخ
مودع است در سالک پیدا می آرد کہ اندیشہ بہر جا آورد
شود رنگ آں گیرد کہ آں ہیولانی صفت است و مر
ہر صورت را قابل است من المولوی المعنوی مثنوی ؎ اے برادر
تو ہمیں اندیشہ ؎ ما بقی تو استخوان و ریشہ ؎ گر گلست اندیشہ
تو گلشنے ؎ ور بود خارے تو ہمہ گلخنے ؎ و ہر مکون برزخ می تواند
شد چہ برزخ بمعنی واسطہ است میان دل و مقصود کہ

کی معنی خبر دیتے ہیں اسی طرح ابیات اور اشعار توحید کے
معنی بتاتے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ عربی زبان کو
کامل مظہر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قوی مناسبت
ہے پس تاثیر زیادہ ہوگی اگرچہ زبان کی نسبت حقیقت
نبوی کے ساتھ برابر ہے بیت عشق را با مومن و
کافر نباشد احتیاج ؎ ایں سخن در مسجد و بتخانہ مے
باید نوشت ؎ **لقمہ** مشائخ رحمۃ اللہ علیہم نے
جو برزخ مقرر کیا ہے اس سے مقصود پراگندگی کا اجتماع
ہے کیونکہ آدمی حواس کی پراگندگی اور خطرات کی ہجوم
کے باعث توحید علمی سے محروم رہتا ہے برزخ
حواس میں جمعیت پیدا کرتا ہے خصوصاً جب برزخ
ادیب ہو کیونکہ اس برزخ کی صورت وہمی یا حقیقی کے
ملاحظہ سے جس کی شان طلب ادب ہے حضوری
کا خشوع اور خضوع حاصل ہوتا ہے اور نفع پہونچاتا
ہے اور مشاقی اس معنی کو جو اس برزخ میں رکھی گئی
ہے سالک میں پیدا کر دیتی ہے کیونکہ اندیشہ جس طرف
دوڑایا جاتا ہے اسی کا رنگ پکڑ لیتا ہے اسواسطے
کہ وہ ہیولانی صفت اور قابل صورت ہے مولانا روم
فرماتے ہیں مثنوی اے برادر تو ہمی اندیشہ ؎
ما بقی تو استخوان و ریشہ ؎ گر گلست اندیشہ تو گلشنے ؎
ور بود خارے تو ہیمہ گلخنے ؎ اور ہر مخلوق برزخ ہو سکتا
ہے اس واسطے کہ برزخ اس واسطہ کو کہتے ہیں
جو دل اور مقصود کے درمیان

از نہایت لطافت و تنزہ مدرک نمیشود پس
جمال آن را در آنچہ حاضر سازند آں برزخ باشد
و از ذرہ تا خورشید و از عرش تا فرش ہمہ جلوہ گاہ
اوست در آنچہ نظر میکنی اگر دیدۂ بینا داشتہ
باشی آنرا بینی آرے تفاوت در برازخ ہست
مثلاً برزخ شیخ مورث معنی دیگر باشد و برزخ
حجر و کلوخ مورث چیزے دیگر بود ہر چند برزخ
لطیف تر بود و از معنی معقولہ بود کار نیکو تر شود
و ہر چند کثیف تر بود و از صور مرئیہ بود کار
زبون تر شود و مشائخ رحمہم اللہ بحسب استعداد
ہر سالک برزخے مقرر سازند آنرا کہ قوت عاقلہ
بود از عالم معقولہ کلیہ فرمایند و آنرا کہ نبود از عالم
محسوسہ جزئیہ فرمایند اما مختار این بے ہیچ آنست
کہ حالت سالک را تجسس باید نمود کہ کدام چیز
در نفس او وقوع عظیم دارد و کدام شے در دیدۂ
او جمال دارد مثلاً شخصے است کہ عاشق پسرے
بود و بعشق او والہ و شیدا پس جمال آں پسر در دیدۂ
او از جمال شیخ بیشتر باشد پس شیخ برزخ خود نفرماید
بلکہ برزخ آں پسر فرماید در اشتغال و مراقبہ کہ کثرت شغل
آنرا ازاں مرتبہ آہستہ آہستہ خواہد کشید و از تعلقات صوری
بتعلقات معنوی خواہد رسانید و نیز مثلاً شخصے است کہ
جمال گل و چمن در دیدۂ او بغایت زیبا آید برزخ او
ہمیں گل باید داشت کہ شیخ اگر جمال خود فرماید آں کار کہ در

میں ہے کیونکہ مقصود نہایت لطافت اور پاکی کے باعث
مدرک نہیں ہو سکتا پس اُسی کے جمال کو جس چیز میں لا دیں
وہی واسطہ ہے۔ ذرہ سے آفتاب تک اور فرش سے عرش
تک ہر ایک میں اُسی کا جلوہ ہے جسمیں نظر کریگا اگر آنکھ بینا ہے
تو اُسی کو دیکھیگا ہاں برزخوں میں تفاوت ہے مثلاً شیخ کا برزخ
کچھ اور ہی بات پیدا کرتا ہے اور پتھر کنکر کا کچھ اور جس قدر
برزخ زیادہ لطیف اور عقلی ہوگا اسیقدر کام بنیگا اور
جسقدر برزخ کثیف اور صور محسوسہ سے ہوگا اسیقدر زیادہ
خراب۔ مشائخ ہر سالک کی استعداد کے لائق برزخ مقرر
کرتے ہیں جس میں قوت عاقلہ ہے اُسکو برزخ عالم معقول
کا بتلاتے ہیں اور جس میں قوت عاقلہ نہیں ہے عالم محسوس
جزئیہ کا لیکن میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ سالک کی حالت
پر غور کریں کہ کس چیز کی وقعت اُس کے جی میں ہے اور
کیا چیز اُس کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی کسی لڑکے پر
عاشق ہے اور اُس کے عشق میں حیران و پریشان ہے اُس
لڑکے کا جمال اُس کی نظر میں شیخ کے جمال سے زیادہ بھلا معلوم
ہوگا ایسی حالت میں شیخ اپنے برزخ کے لئے حکم نہ دے
بلکہ اس لڑکے کے برزخ کا حکم دے کہ کثرت شغل مراقبہ اُس
موج سے آہستہ آہستہ اُسکو نکالیگا اور ظاہری تعلقات
کو چھوڑا کر اُس کو معنوی تعلقات کی طرف پہونچا دے گا
اور بھی مثلاً کسی کی نظروں میں پھول اور چمن نہایت بھلا
معلوم ہوتا ہے اُس کا برزخ یہی مقرر کرنا چاہیئے
اسواسطے کہ شیخ کے جمال کا اثر ایسا نہیں ہوگا جیسا

آن تصورت میکرد و دریں صورت نتواند کرد اما شغل و درازبربط
خواہد کشید وقس علی ذلک لقمہ حبس نفس یا حصر نفس
یا ذکر دو ضربی یا شش ضربی و حدادی و امثال
آن کہ مشتمل بر حرکت عنیفت است مقصود ازیں
تولید حرارت است در باطن کہ ممد عشق و مورث
شوق باشد و آتش محبت انگیزد و سالک را بجوشاند
و خروشاند و مستی آرد و لہذا گفتہ اند کہ جوانان را
تعلیم ذکر زود مثمر بود و قالوا ان الصوفی بعد
الثلثین بارد اما در سن عدم تکلیف تلقین ذکر
نکند کہ حرارت ذکر مے سوزد و چون مراہق شود
روا باشد و محنتہا کہ در ایام جوانی سالک تواند
کرد در ایام پیری نتواند کرد و کشف و شہود کہ در
حداثت سن پدید آید در خرافت بہم نمی رسد شیخ
نظام الدین نارنولی قدس سرہ صوفیان بارد را
بخوردن دانہ پنوار وصیت میکرد تا حرقت و گرمی
در طبیعت ایشان باد و یہ نباتی افزاید شکر اللہ
تعالی سعیہ لقمہ در اشغال و اذکار ماضیہ حرکت قلب و
صوت سرمدی و توالی انفاس و مانند آنکہ اختیار کردہ اند
سر دریں آن نست کہ آن علم کہ از محیط تقرب و ندانی است
بسبب معیاریت ایں امور دائم الوقوع گردد چہ اینہا بدوام
و اتصال متحقق اند و آنرا کہ چنیں معیار بود آن نیز دائم
الوقوع باشد و اگرچہ مثل ایں امور دائمی دیگر ہم
ہستند کہ بآن معیار توان نمود مثلا حرکت

اُس پھول اور چمن کا ہوگا لیکن یہ شغل اُسکو مجبور سے
نکال لیگا۔ اسی طرح اوروں کو بھی قیاس کر لینا چاہیئے
لقمہ حبس نفس اور حصر نفس اور ذکر دو ضربی اور شش ضربی
اور حدادی وغیرہ جس میں سخت حرکات ہیں اس سے باطن
میں حرارت پیدا کرنا مقصود ہے جس سے عشق اور شوق
پیدا ہو اور صحبت کی آگ بھڑکے اور سالک میں جوش اور
خروش پیدا کرے اور اُسکو مست کردے اسیواسطے کہا
گیا ہے کہ جوانوں کو ذکر تعلیم کرنا زیادہ مفید ہوتا ہے اور
کہتے ہیں کہ صوفی تیس برس کے بعد سرد ہوجاتا ہے لیکن لڑکپن
میں ذکر نہیں سیکھنا چاہیئے کیونکہ ذکر کی حرارت جلادیگی اور جب
بلوغ کے قریب ہوپہنچے تو حرج نہیں ہے اور جوانی کے
زمانہ میں جو محنت سالک کرسکتا ہے بڑھاپے میں نہیں
کرسکتا اور شہود اور کشف جو اوائل سن میں ہوگا بڑھاپے
میں نہیں ہوگا۔ شیخ نظام الدین نارنولی قدس سرہ اللہ تعالی
اُنکی کوشش کا پھل عطا فرمائے بارد صوفیوں کو تخم پنواڑ کھانے
کو فرماتے تھے تاکہ نباتی دواؤں سے اُن لوگوں کی طبیعت
میں سوزش اور گرمی پیدا ہو لقمہ اشغال و اذکار گذشتہ
میں جو حرکت قلب اور آواز سرمدی اور توالی انفاس وغیرہ کو
اختیار کیا ہے اُسمیں یہ بھید ہے کہ یہ امور اپنے معیار
ہونے کے باعث اُس علم کو جو تقرب اور تواصل کا موجب ہے
دائم الوقوع کردیتے ہیں کیونکہ ان کا دوام اور اتصال ثابت ہے
اور جس کا ایسا معیار ہوگا وہ بھی دائم الوقوع ہوگا اگرچہ ایسے
امور دائمی اور بھی ہیں کہ اُسکے معیار ہوسکتے ہیں جیسے آسمان

افلاک و نجوم یا نجد و امثال در آب دریا و امثال
ذلک مگر این است کہ این امور چون خارج از
جسم آدمی است بعید التوجہ است توجہ با و نہ
بمثابہ توجہ آدمی در خویشتن است اگر گوئی در
آدمی ہر لمحہ وہر آن رنگ او معدوم میشود و مثل
آں از کتم عدم موجود میگردد و ایں بدوام است
چرا ایں را معیار آن نگردانند گوئیم اولاً لون چون
بچشم تعلق دارد و در مراقبات بلکہ در اذکار چشم
بستن نافعست بل اہم و ثانیاً تجدد این
بدیہی نیست بلکہ نظری چندین مقدمات مجروح
اقامت باید کرد تا ثبوت این مطلب راظنی
پیدا گردد لقمہ نغمہ آتشیں کہ در نہاد
سالک مے باشد از فرط محبت می افروزد
و در ابتدا گریہ و زاری و بیقراری و حرکات
عنیفہ و رطوبات چشم و دہن و بینی پیدا می
شود و ایں از عالم درد است کہ از کثرت
ذکر پیدا می شود اما آنانکہ بمرتبہ تحیر
رسیدہ باشند گریہ نکنند بفراق و اگر گریند
در وصال گریہ ایشاں برفات باشد یا
امور دیگر کہ طور عشق مقتضی آنست فرق کردہ اند
آب چشم ایں مردم شیریں می باشد و آب چشم آنانی
کہ بدرد بگریند شور و تلخ بود و حرکت رقص ایشاں بغایت
سبک و ملائم و نہایت موزوں اکثر بطبق وزن الحان

اور ستاروں کی چال اور دریا کے پانی کا آنا جانا وغیرہ مگر اصل
بات یہ ہے کہ یہ امور آدمی کے جسم سے علیحدہ ہیں اس وجہ سے انکی
توجہ بعید ہے اپر توجہ ایسی نہیں ہو سکتی جیسے آدمی کو اپنے
میں توجہ ہے اگر کوئی کہے کہ ہر آن اور ہر لحظہ میں آدمی کا
رنگ معدوم ہوتا جاتا اور اس کا مثل موجود ہوتا جاتا ہے
اور یہ حالت دائمی ہے پھر اسکو معیار کیوں نہیں بناتے
ہم اس کا جواب دو طرح پر دینگے پہلا جواب یہ ہے کہ رنگ کا
تعلق آنکھ سے ہے اور مراقبات میں بلکہ تمام ذکروں میں آنکھ
کا بند کرنا نافع بلکہ ضروری ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اسکا ہر آن
میں معدوم اور موجود ہونا بدیہی نہیں ہے بلکہ نظری ہے
جب چند مقدمات مخدوشہ قائم کئے جائینگے تو اسکا ثبوت
ہوگا پھر بھی ظنی طور پر لقمہ آتشیں نغمہ جو خود سالک میں ہے
محبت کی زیادتی سے بھڑک جاتا ہے کسی دوسری چیز کے
جمع کرنے کی حالت نہیں ہوتی اور چونکہ کثرت ذکر سے درد
پیدا ہوتا ہے اس باعث سے ابتدا میں گریہ وزاری بیقراری
اور سخت حرکتیں پیدا ہوتی ہیں اور آنکھ اور منہ اور ناک سے
رطوبات جاری ہو جاتی ہیں اور جو لوگ تحیر کے مرتبے تک
پہونچ گئے ہیں وہ فراق سے نہیں روتے اور اگر حالت وصال
میں روتے ہیں تو ان باتوں پر جو انسے چھوٹ گئی ہیں یا اور کسی
بات پر جو عشق کا مقتضا ہے اسمیں یہ فرق کرتے ہیں کہ ان
لوگوں کا آنسو میٹھا ہوتا ہے اور درد سے رونیوالوں کا
کھاری اور کڑوا اور ان کے رقص کی حالت بہت سبک اور
ملائم اور نہایت موزوں ہوتی ہے اور اکثر وزن الحان کے موافق

رقص کنند کہ آنرا تواجد روحانی گویند نہایت دلالت
بر انشراح صدر و بسط وقت کند اگرچہ عوام این
قسم رقص را آنقدر در اعتبار نہند و از آں سماع
باجم انشراح یابند اما خواص دانند کہ این حرکت
از کجا است یعنی سجود القلب است و آنکہ اول برخیزد
و رقص مجلس کند و آنچہ در مجلس گذرد بر ذمہ او
بود ان خیراً فخیر و ان شراً فشر و سلطان
المشائخ رضی اللہ عنہ فرمودند کہ اگر پشت صوفے
بر زمین رسد خود را فدا کند یا جامہ خود را و صاحب
رسالہ قشیریہ گوید کہ حرکت از ہر کہ باشد خواہ مبتدی
و خواہ منتہی و خواہ متوسط از حال او چیزے میکاہد
و نباید کہ بے ہجوم و استیلا از جا رود تا ممکن
باشد ثابت و راسخ باشد اینست اواخر آنچہ
در صدد آں قلم برداشتہ بودم و ہنوز بعضے
اطوار در کتم توقف مانده است اگر اشارت
می شود از ذکر آں ہم چارہ نیست و کان
ذلک فی اواخر ذی الحجۃ سنۃ الف و احدی
مائۃ الٰہی این چند ورق ما از ایدی طالبان کاہل
گوش و لعبت گراں لغو نیوش محفوظ و مصون دار بحرمت
سید الابرار و آلہ الاطہار و صلی اللہ علی محمد و علی آلہ وسلم۔
تمّت

رقص کرتے ہیں اُسکا نام تواجد روحانی ہے یہ نہایت
سینہ کی کشادگی اور خوش وقتی پر دال ہے اگرچہ اس قسم کے
رقص کا عوام زیادہ اعتبار نہیں کرتے اور اس ہجوم (انہوں نے
سماع سے کشادگی پاتے ہیں مگر خواص جانتے ہیں کہ یہ حرکت
کہاں سے ہے یعنی سجود قلب کی ہے اور جو شخص پہلے
پہل اس مجلس میں اُٹھے اور جو کام رقص میں کرے
اور خیر جو کچھ اس مجلس میں ہو سب اُس کے ذمہ ہے اگر
بہتر ہے تو بہتر اگر برا ہے تو برا اور سلطان المشائخ رضی اللہ عنہ
نے فرمایا ہے کہ اگر صوفی کی پیٹھ زمین پر لگ جائے تو اپنے کو
یا اپنے کپڑوں کو قربان کرے اور صاحب رسالہ قشیریہ فرماتے
ہیں کہ جس شخص سے حرکت صادر ہو خواہ مبتدی ہو یا متوسط
یا منتہی اُس کے حال میں کچھ نہ کچھ نقصان آویگا اور جبتک
ہجوم اور غلبہ نہ ہو اپنی جگہ سے ہلنا نہ چاہئے اور جہاں تک
ممکن ہو ثابت اور راسخ رہنا چاہئے یہ اُس کا آخر ہے
جس کے لئے ہمنے قلم اُٹھایا تھا اور ابتک بعضے طریقے
توقف میں رہ گئے ہیں اگر اشارہ ہوگا اُسکے ذکر کرنے
سے چارہ نہیں ہے۔ آخر ذی الحجہ سنہ گیارہ سو ایک میں
یہ رسالہ ختم ہوا خداوندا ہمارے ان چند ورقوں کو کاہل
طالبوں اور غافل لوگوں سے بچا رکھیو بحرمت سید الابرار
و آلہ الاطہار و صلی اللہ علی محمد و آلہ وسلم فقط۔

الحمد للہ والمنۃ کہ دریں زمان مسعود و آوان محمود نسخہ کشکول شریف از حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی قدس سرہٗ
مع ترجمہ اردو با محاورہ بتصحیح تمام و تنقیح ما لا کلام در مطبع مجتبائی دہلی حلیہ انطباع در بر کشید۔